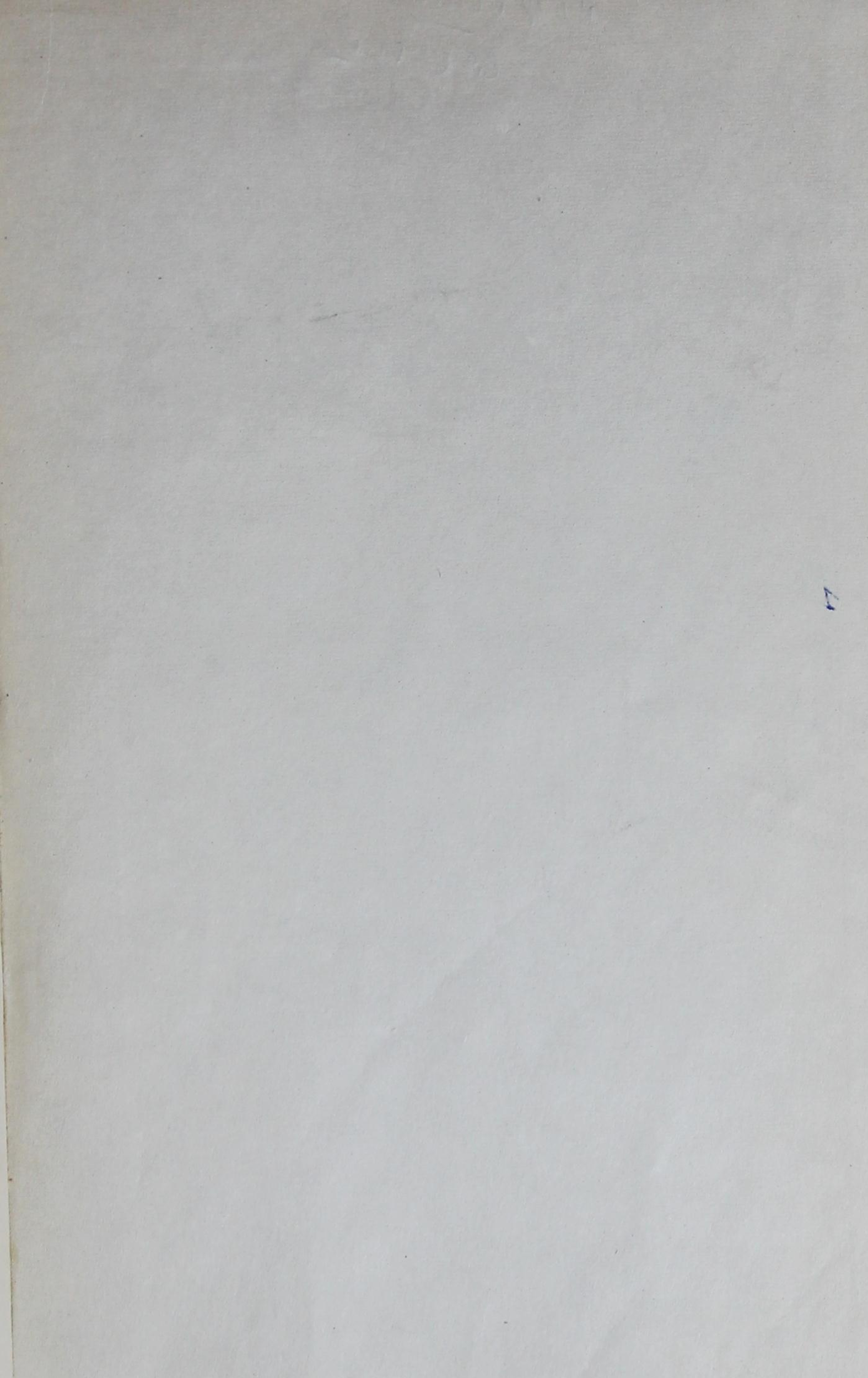
2/2
22

10
10
20
80
80



# دیوان نیازؔ بریلوی رح

ترتیب و تہذیب مع مقدمہ

از

ڈاکٹر انوار الحسن

(لکھنؤ یونیورسٹی)

ناشر

(راجہ) رام کمار بک ڈپو

وارث

مطبع منشی نولکشور، لکھنؤ

مرتب: انوار الحسن

لکچرر ڈیپارٹمنٹ آف اورنٹیل اسٹڈیز ان عربک اینڈ پرشین
لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ (از ۱۹۶۰ء)

سابق لکچرر فارسی و اردو، امیر الدولہ اسلامیہ کالج، لکھنؤ (سنہ ۱۹۵۰ء تا ۱۹۶۰ء)

تعلیم: ایم۔ اے، پی ایچ، ڈی (عربی) لکھنؤ یونیورسٹی (سنہ ۱۹۵۴ء و سنہ ۱۹۵۸ء)

ایم۔ اے (اردو) " سنہ ۱۹۵۷ء

عالم، فاضل ادب (عربی) " سنہ ۱۹۴۲ء و سنہ ۱۹۴۳ء

دبیر ماہر، دبیر کامل (فارسی) " سنہ ۱۹۳۹ء و سنہ ۱۹۴۰ء

آنرز ان پرشین، پنجاب یونیورسٹی، لاہور سنہ ۱۹۴۵ء

ادیب کامل (اردو) —— جامعہ اردو سنہ ۱۹۴۵ء

اردو اعلیٰ قابلیت —— یو، پی بورڈ سنہ ۱۹۴۳ء

درس نظامیہ —— مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ

مطبوعہ تصانیف:

امام غزالی کے تعلیمی نظریات

وطن پرست اور دوسرے افسانے (ترجمہ از فارسی)

دیوان ذوق (صحت و مقدمہ)

قرون وسطیٰ کا اسلامی نظام تعلیم (زیر طبع)

دیوان امیر خسرو دہلوی (صحت و مقدمہ)

اور

بچوں کے لئے متعدد کتابیں

# دیوان نیازؔ بریلویؒ

مشہور صوفی اور باکمال شاعر حضرت شاہ نیازؔ احمدؒ بریلوی (متوفی سنہ ۱۲۵۰ ہجری) اپنے عہد میں یگانہ روزگار تھے۔ ان کی ذات مرجع خاص و عام تھی۔ فارسی اور اُردو شاعری ان کی نمایاں حیثیت مسلّم ہے۔ اس لئے اکثر بلند پایہ تذکروں میں ان کا ذکر موجود ہے۔ حضرت نیازؔ کا دیوان متعدد بار شائع ہوا۔ لیکن اب عرصہ سے کمیاب تھا اور ایک مستند اور صحیح ایڈیشن کی ضرورت تھی اس کے پیشِ نظر ڈاکٹر انوار الحسن صاحب استاد شعبہ عربی و فارسی لکھنؤ یونیورسٹی نے اس کی صحت و ترتیب کی طرف توجہ کی اور متعدد نسخوں سے مقابلہ کرکے اُردو فارسی کلام کو از سرِ نو مُرتب کیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ ایک مبسوط مقدمہ لکھ کر ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس میں شاہ نیازؔ احمدؒ کے حالاتِ زندگی کے علاوہ علم تصوّف کی اجمالی تاریخ اور اُس کے مقاصد پر تبصرہ بھی کیا گیا ہے اور کلامِ نیازؔ کا تنقیدی جائزہ بھی لیا ہے۔ یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ دیوانِ نیازؔ کا یہ سب سے پہلا مستند اور صحیح ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کا سب سے قدیم اور معروف ادارہ اہلِ ذوق کی خدمت میں اپنی سابقہ روایات کے مطابق پیش کر رہا ہے۔ ظاہری حسن و نفاست میں بھی اعلیٰ معیار ہمارا مطمحِ نظر ہے

قیمت مجلّد تین روپیے پچیس پیسے



عبد العلیم صدیقی مینیجر

(راجہ) رام کمار بکڈپو وارث مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

# فہرست دیوان نیاز

| غزل نمبر | مصرع | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۷۸ | دی خراماں می گذشت آں یارِ خوش رفتارِ من | ۷۱ |
| ۷۹ | دی در آمد بر درم آں ساقیٔ سرشارِ من | ۷۲ |
| ۸۰ | سرِّ حق پنہاں ست اندر معنیٔ اسرارِ من | ۷۲ |
| ۸۱ | نیست جز آہنگِ عشق آواز موسیقارِ من | ۷۳ |
| ۸۲ | اسیرِ عشق مفتوں ست مجنوں | ۷۳ |
| ۸۳ | مریض العشق مفتوں و مجنوں | ۷۳ |
| ۸۴ | عید ست ساقیا درِ میخانہ باز کن | ۷۴ |
| ۸۵ | شاہِ عشق آمد و شد تخت نشیں بر دلِ من | ۷۴ |
| ۸۶ | من پاک بازِ عشقم، ذوقِ فنا چشیدہ | ۷۵ |
| ۸۷ | اے عکس نمائے تو کاہر ذرّہ چوں آئینہ | ۷۵ |
| ۸۸ | اے جلوہ گہ رویت، ہر وجہے و ہر روئے | ۷۶ |
| ۸۹ | گر بر سر بالینم، نازاں بہ خرام آئی | ۷۶ |
| ۹۰ | سزد آں کہ دم زنم من زِ کمالِ کبریائی | ۷۷ |
| ۹۱ | بہ ربود ز دستِ ایں، دلم اعجاز نگاہے | ۷۷ |
| ۹۲ | از خلق جدا ہستی و ہم در ہمہ ہائی | ۷۷ |
| ۹۳ | اے دل تو چنیں در شغب و شور چرائی؟ | ۷۸ |
| ۹۴ | بر چہرۂ تو نقاب تا کے | ۷۹ |

## نعت و منقبت

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | امیر المومنین صدیقِ اکبرؓ | ۸۲ |
| ۲ | خواجۂ خواجگان معین الدین رحؒ | ۸۲ |
| ۳ | دِلا خاکِ رہِ کوئے محمدؐ شو محمدؐ شو | ۸۳ |
| ۴ | زہے عزّ و عُلائے منتہائے اوجِ انسانی | ۸۳ |
| ۵ | زہے عزّ و جلالِ بو ترابیؑ فخرِ انسانی | ۸۴ |
| ۶ | بدہ دستِ یقیں اے دل بہ دستِ شاہِ جیلانی رحؒ | ۸۴ |
| ۷ | دلا دستِ طلب بکشا، بہ درگاہِ شہنشاہے | ۸۵ |

## مثنویات

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | صَرَفْنَا اللّیَالِی وَ اَیّامُھَا (دعا) | ۸۸ |
| ۲ | یارِ من با کمال رعنائی | ۸۹ |
| ۳ | امرِ ربّی ست روح و سرِّ خداست | ۹۰ |

| غزل نمبر | مصرعہ | صفحہ نمبر |
|---|---|---|

## مناجات و مستزاد



## غزلیات اُردو

| غزل نمبر | مصرعہ | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- |

# مقدمہ

تصوّف کیا ہے؟

"فارسی شاعری بقول علّامہ شبلی نعمانی اُس وقت تک قالب بے جان تھی جب تک اُس میں تصوّف کا عنصر شامل نہیں ہوا۔ اور "تصوّف کی تعریف زبان وقلم کی حدود سے باہر ہے" کیونکہ وہ "وجدانِ ذوق و مشاہدہ کا نام ہے جو بیان میں نہیں آسکتا" یہ وہ باطنی حسن ہے جو محبّت کی بنیادوں پر مشق وریاضت سے پیدا ہوتی ہے اور جس کے ذریعہ انسان اشیاء کی حقیقت کو رُوحانی رنگوں میں دیکھتا ہے۔ روحانیت کا ارتقاء انسانیت کی معراجِ کمال ہے اور تصوف کا بنیادی مقصد ارتقائے رُوحانیت ہے۔ یہی کشف، مشاہدہ، الہام اور عرفان کے مدارج حاصل کرنے کا سبب بنتی ہے اور شریعت واخلاق کے احکام پہ عمل پیرا ہونے میں معاون ہوتی ہے۔

تصوّف کا سرچشمہ کیا ہے؟ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ بعض محققین کے نزدیک ہندوستان کے قدیم مذاہب کی تعلیمات تصوف کا سرچشمہ ہیں۔ بعضوں نے اسکے ڈانڈے "حکمتِ اشراق" سے ملائے ہیں۔ کچھ لوگوں کے نزدیک عرب ہی سے اس کا آغاز ہوا اور کچھ اسے ایران کی دین سمجھتے ہیں[2]۔ اکابر صوفیا کرام نے تصوّف کا سرچشمہ ومنبع قرآن وحدیث کی تعلیمات ہی کو قرار دیا ہے اور یہی قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے۔

تصوّف کی بنیاد دو چیزوں پر ہے: محبّت الٰہی اور معیت ذاتی۔ صوفیائے کرام

---

[1] شبلی: شعرالعجم جلد پنجم صفحہ ۱۲۰
[2] شفق: تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۶۶

کا دعویٰ ہے کہ محبت الٰہی کی دعوت خود قرآن کریم میں[53] دی گئی ہے اور اُسی سے معیت[54] وقرب ذاتی کا وعدہ بطور نتیجہ نکلتا ہے۔ صوفیہ اِس چیز کو "معرفت" کی اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں محبت الٰہی کا عملی راستہ یہ ہے کہ انسان خدا کے بندوں سے محبّت کرنا سیکھے کیونکہ قرآن بھی اسی کی تعلیم دیتا ہے اور احادیث نبوی میں اسی پر زور دیا گیا ہے۔ صوفیائے کرام نے محبت کے اسی عملی راستے کو اختیار کیا تھا اور خدمتِ خلق کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں گویا اُنکے لئے یہ زندگی کا اہم ترین فریضہ تھا۔ خدمتِ خلق سے صرف یہی مُراد نہیں کہ مادّی ضروریات کی فراہمی کی جائے، اخلاق کی درستی بھی اسی زُمرے میں آتی ہے کیونکہ قرآنی تعلیمات کا نچوڑ اخلاق کی درستی ہے۔ اسی لئے صوفیائے کرام نے اخلاق کی درستی پر بہت زور دیا تھا۔

**تصوّف اور فارسی شاعری**

فارسی شاعری میں سب سے پہلے صوفیانہ خیالات حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر رحؒ نے ادا کئے، پھر حکیم سنائیؒ نے اس باغ کی آبیاری کی اور فارسی شاعری کو تصوّف کے مسائل سے بھی پہلے پہل روشناس کرایا۔ اُنکے بعد اوحدی کرمانی اور اوحدی اصفہانی نے شاعری کے ذریعہ تصوّف کے خیالات لوگوں تک پہنچائے[55]۔ پھر حضرت فریدالدین عطّار سے اسکا دائرہ اور وسیع ہوا۔ وہ "وحدت وجود" کے بہت بڑے مبلّغ تھے۔ اُنکے اس نظریہ کا مفہوم شبلی کی زبان سے سنئے۔

تمام اشیاء میں ذات باری تعالےٰ جاری وساری ہے اور اسی نے ہر چیز میں حُسن پیدا کر دیا ہے۔ وہ قد میں جلوہ، زلف میں شکن، ابرو میں وسمہ، یاقوت میں آب اور مشک میں خوشبو ہے[57]"۔

---

[53] مکتوبات مجدد الف ثانی رحؒ جلد اول، مکتوب ۲۵۔ و قرآن کریم پارہ ۲۔ آیت ۱۶۰ و پارہ ۳ آیت ۲۹ و ترجمان القرآن جلد اوّل صفحہ ۸۰ [54] قرآن کریم سورہ مومن۔ آیت ۶ و پارہ ۲۷، رکوع ۱ و ۱۶۔ [55] شبلی: شعرالعجم جلد پنجم صفحہ ۱۲۰ - ۱۲۱ - [56] شبلی: شعرالعجم جلد پنجم صفحہ ۱۲۴ [57] شبلی: شعرالعجم جلد پنجم صفحہ ۱۲۵ - ۱۲۶

حکیم سنائی نے تصوف کے ساتھ ساتھ اخلاقی تعلیمات بھی شاعری کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کیں، پھر فخر الدین عراقی، شیخ سعدیؒ اور مولانا رومؒ کے اسے دوآتشہ بنا دیا۔ امیر خسرو دہلوی اور حسن دہلوی نے عاشقانہ اور شوخ مجازی رنگ اختیار کیا، پھر مغربی، جامی اور خواجہ حافظ نے بھی تصوف کا بہت بڑا ذخیرہ تیار کر دیا۔[۱] غرض کہ ایک طرف صوفی شعرائے اپنے عارفانہ کلام کے ذریعہ صوفیانہ خیالات کی ترویج و اشاعت کی تو دوسری طرف دوسرے اکابر صوفیائے کرام نے اپنی تعلیمات کو وسیع اور عام کرنے کے لئے روحانی سلسلے قائم کئے۔

**صوفیاء کے سلسلے** صوفیاء کے مختلف خانوادوں یا سلسلوں کی تنظیم بجائے خود صوفیانہ خیالات کی ترویج و اشاعت میں بہت معاون ثابت ہوئی اور یہ مختلف سلسلے عملی تعلیم کی رنگا رنگی اور تنوع کے باوجود بنیادی مقاصد میں ہم آہنگ تھے۔ اِن سلسلوں میں سلسلۂ خواجگان، سلسلۂ قادریہ، سلسلۂ چشتیہ اور سلسلۂ سہروردیہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

پیش نظر دیوان میں ایک ایسے صوفی شاعر کا کلام زیر بحث ہے جو سلسلۂ چشتیہ کا ایک ممتاز رکن تھا اسلئے اس سلسلہ کی تاریخ پر بھی اجمالی طور سے روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

**چشتیہ سلسلہ** سلسلۂ چشتیہ کی بنیاد حضرت شیخ ابو اسحاق شامیؒ[۲] (متوفی ۹۴۰ء سنہ ۱۹۴۰ء[illegible]) نے ڈالی تھی لیکن ہندوستان میں اس خانوادۂ تصوف کی نشو و نما اور ترویج و اشاعت کا کام حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ[۳] (متوفی سنہ ۱۲۳۵ء) نے انجام دیا تھا جو سجستان کے رہنے والے تھے اور پرتھوی راج کے عہد میں ہندوستان آکر اجمیر میں مقیم ہو گئے

---

[۱] شبلی: شعر العجم جلد پنجم صفحہ ۱۲۷-۱۳۱ و سوانح مولانا رومؒ صفحہ ۶۹۔ [۲] سیر الاولیا صفحہ ۴۰ و خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۲۴۰۔ [۳] فتوح السلاطین صفحہ ۷-۸ و آئین اکبری صفحہ ۲۷۰ و سیر الاولیا صفحہ ۴۷۔ [۴] سیر الاولیا صفحہ ۵۴

تھے۔ ان کی تشریف آوری اور ان کی تعلیمات سے ہندوستان میں ایک زبردست روحانی اور سماجی انقلاب رونما ہوا کیونکہ اس وقت یہاں کی حالت حد درجہ تباہ تھی۔ خواجہ صاحبؒ کی سادہ اور دلکش زندگی نے ہندوستان کے باشندوں کے خیالات میں نمایاں تغیر پیدا کیا اور اُنکے اثرات و نفوذ کا دائرہ[۵] روز بروز وسیع سے وسیع تر ہونے لگا

خواجہ اجمیری کے خلفاء میں دو بزرگ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں: شیخ قطب الدین[۲] بختیار کاکیؒ اور شیخ حمید الدین ناگوریؒ[۳] (متوفی ۱۲۷۳ء)۔ حضرت بختیار کاکیؒ سے دہلی اور اُسکے نواح میں سلسلہ چشتیہ کا فروغ ہوا اور ان کی تعلیمات سے ہزار نفوس فیضیاب ہوئے۔ شیخ حمید الدین ناگوریؒ اپنے علم و فضل کے باعث بہت ممتاز اور کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ عربی، فارسی اور ہندی تینوں زبانوں پر عبور تھا۔ گفتگو عام طور پر ہندی میں کرتے تھے۔ شیخ ناگوریؒ کے سلسلہ میں مولنا ضیاء الدین[۴] نخشبی قابل ذکر ہیں۔ اور حضرت بختیار کاکیؒ کے خلفاء کے نام حسب ذیل ہیں:-

۱- شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ[۵] — اجودھن

۲- شیخ بدرالدین[۶] غزنویؒ — دہلی

۳- خواجہ عمادالدین[۷]ؒ — بلگرام

۴- خواجہ سید محمد[۸] صفویؒ — 〃

۵- شیخ محمود[۹]ؒ — نہروالہ

---

[۱] سیرالاولیاء صفحہ ۴۶

[۲] منہاج السراج صفحہ ۱۶۶

[۳] سیرالاولیاء صفحہ ۱۵۶-۱۵۷

[۴] تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۵۰

[۵] سیرالاولیاء صفحہ ۷۳، وفوائد الفواد

[۶] سیرالاولیاء صفحہ ۱۶۵

[۷] مآثر الکرام از آزاد بلگرامی صفحہ ۹

[۸] 〃 〃 〃 ۱۱

[۹] ترجمہ گلزار ابراہیم صفحہ ۴۲-۴۳

۶۔ شیخ معز الدینؒ[۵۱] ـــــــ دہلی

۷۔ شیخ سعدؒ[۵۲] ـــــــ 〃

۸۔ قاضی عمادؒ[۵۳] ـــــــ قنوج

مذکورہ بالا بزرگوں میں سب سے زیادہ ممتاز حضرت فرید الدین گنج شکرؒ ہیں جن کے خلفاء و مریدین کا سلسلہ بہت وسیع ہے اور جن کی تعلیمات سے پنجاب کے وسیع علاقے میں چشتیہ سلسلہ کی اشاعت ہوئی۔ ان کو عوام و خواص میں اتنی مقبولیت حاصل ہوئی تھی کہ ہر وقت عقیدت مندوں کا گروہ پروانوں کی طرح ان کے گرد جمع رہتا تھا۔ ہندو اور مسلمان سب ہی ان کے عقید تمندوں میں شامل تھے۔ بہت سے عظیم المرتبت صوفیائے کرام اور علمائے عظام بھی ان کے ارادت کیش[۵۴] تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ[۵۵] کو بھی اُن سے بڑی عقیدت تھی اور اُن کے اوصاف کے گن گاتے تھے۔ غرض کہ حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کی تعلیمات کے اثر سے نہ صرف پنجاب بلکہ تمام ہندوستان میں چشتیہ سلسلہ کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں اور اس کے اثرات عام ہو گئے۔ ان کے خلفاء میں حسب ذیل بزرگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں :-

۱۔ شیخ جمال الدین[۵۶] ہانسویؒ

۲۔ شیخ بدر الدین[۵۷] اسحاقؒ

۳۔ شیخ نظام الدین[۵۸] اولیاءؒ

---

۵۱ ترجمہ گلزار ابراہیم صفحہ ۴۲۔۴۳
۵۲ 〃 〃 〃
۵۳ 〃 〃 〃
۵۴ فوائد الفواد صفحہ ۴۷، ۸۴
۵۵ فوائد الفواد صفحہ ۹۶
۵۶ سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۸
۵۷ 〃 〃 ۱۱۱
۵۸ اخبار الاخیار 〃 ۶۹

۴۔ شیخ علی احمد صابرؒ[51]

۵۔ شیخ عارفؒ[52]

حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کے خلفاء میں شیخ علی احمد صابرؒ ایک ممتاز بزرگ تھے جن کے مریدین آگے چل کر سلسلۂ چشتیہ کی صابریہ شاخ کے نام سے مشہور ہیں اور زمانہ مابعد میں اس خانوادے نے بھی بہت ترقی کی۔ لیکن حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے خلفاء میں ممتاز ترین بزرگ حضرت شیخ نظام الدینؒ اولیاء تھے جن کے زمانے میں سلسلۂ چشتیہ کا آفتاب نصف النہار تک پہونچ گیا تھا۔ ہندوستان کے گوشے گوشے میں انکے مریدین و معتقدین لاکھوں سے تجاوز کر چکے تھے، حضرت امیر خسروؒ دہلوی ان کے مریدین میں بہت ممتاز بزرگ اور صوفی شاعر تھے۔ ایران و افغانستان کے لوگ بھی اُن کے فارسی کلام پر سر دُھنتے تھے۔ اور انھیں "سعدی ہند" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آج بھی ان کا مزار دہلی میں حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے پائنتی موجود ہے اور ہر سال عرس ہوتا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے خلفاء میں حسب ذیل بزرگوں کے نام لئے جاتے ہیں:۔

۱۔ مولانا شمس الدین[53] یحییٰؒ

۲۔ شیخ نصیرالدین محمود[54] چراغ دہلویؒ

۳۔ شیخ قطب الدین[55] منورؒ

۴۔ مولانا حسام الدین[56] ملتانیؒ

۵۔ مولانا فخرالدین زرادی[57]ؒ

---

[51] اخبارالاخیار صفحہ ۶۹
[52] سیرالاولیاء صفحہ ۱۸۴ - ۱۸۵
[53] سیرالاولیاء صفحہ ۲۲۵
[54] سیرالاولیاء صفحہ ۲۳۱
[55] تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۷۶
[56] سیرالاولیاء ″ ۲۵۶
[57] اخبارالاخیار ″ ۹۰

۶۔ مولانا علاء الدین نیلی رح[۱]

۷۔ مولانا وجیہہ الدین یوسف رح[۲]

۸۔ مولانا سراج الدین عثمان رح[۳]

۹۔ مولانا شہاب الدین امام رح[۴]

۱۰۔ شیخ برہان الدین غریب رح[۵]

۱۱۔ قاضی محی الدین کاشانی رح[۶]

۱۲۔ خواجہ محمد امام رح[۷]

ان بزرگوں کے فیوض واثرات[۸] سے ہندوستان کا گوشہ گوشہ منور ہو گیا۔ دور دراز مقامات اور بیشتر صوبہ جات میں خاندان چشتیہ کی خانقاہیں قائم ہو گئیں جن میں ہندو اور مسلمان سب ہی جمع ہوتے تھے اور انھیں کے اثر سے سماجی وحدت و یگانگت کا ماحول پیدا ہو گیا جس کے اثرات سے سیاسی نظام بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

پھر پندرھویں اور سولھویں صدی عیسوی میں اس سلسلے کی رفتار ترقی رُک کر جمود کا عالم طاری ہو گیا لیکن اٹھارھویں صدی عیسوی میں حضرت شاہ کلیم اللہ[۹] دہلوی رح نے اپنی پُر خلوص جد و جہد سے زندگی کی نئی لہر دوڑا دی، نیز دوسرے رہنمایان طریقت میں حضرت شاہ نظام الدین[۱۰] اورنگ آبادی نے

---

۱ اخبار الاخیار صفحہ ۹۳

۲ سیر الاولیار " ۲۸۷

۳ تاریخ مشائخ چشت " ۱۷۶

۴ سیر الاولیار " ۲۹۰

۵ تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۷۲۰ و سیر الاولیا صفحہ ۲۷۹

۶ سیر الاولیار صفحہ ۲۹۶

۷ تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۷۶

۸ " " " ۱۹۵-۱۹۶-

۹ " " " ۲۳۱، ۳۶۶ و مآثر الکرام صفحہ ۴۲

۱۰ خزینۃ الاصفیا جلد اول صفحہ ۴۹۶ و تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۴۲۷ - ۴۵۹

دکن میں اور شاہ فخر الدینؒ نے دکن سے نکل کر دہلی میں خانقاہ قائم کر کے اس سلسلے کے نشاۃ ثانیہ کا سامان فراہم کر دیا۔ شاہ فخر الدینؒ کے خلفاء میں حضرت شاہ نیاز احمد بریلویؒ نے روہیل کھنڈ میں اپنی خانقاہ بنائی اور وہاں دُور دُور سے آکر لوگ، اُن سے مستفیض ہونے لگے۔[۴۳]

**حضرت شاہ نیاز احمد بریلویؒ**
**۱۱۷۳ھ ہجری تا ۱۲۵۰ھ ہجری**

شاہ نیاز احمد نیاز بریلوی اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے باعث شاہ فخر الدینؒ کے مشہور ترین خلفاء میں بہت ممتاز تھے۔ بریلی اُن کی خانقاہ مرجع خواص و عام تھی اور اُن کے معتقدین کی تعداد بے شمار تھی۔ روہیل کھنڈ اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں یا ہندوستان کے دُور دراز صوبوں ہی تک ان کی شہرت محدود نہ تھی بلکہ ہندوستان سے باہر افغانستان، سمرقند، شیراز، بدخشاں اور عرب کے علاقوں میں بھی ان کے مُریدین، معتقدین اور خلفاء موجود تھے۔ مولانا غلام سرور لاہوری نے ان کے ارادت کیشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

"خلق بے شمار بہ حلقۂ ارادت وے در آمد، و مردماں از اقالیم دُور و دراز یعنی از کابل و قندھار و شیراز و بدخشاں بہ خدمت با برکت وے حاضر آمدہ مستفید و مستفیض شدند"[۴۴]

(ترجمہ) ان کے معتقدین میں اَن گنت لوگ شامل تھے، اور لوگ دُور دُور کے ملکوں یعنی کابل، قندھار، شیراز، اور بدخشاں سے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض اٹھاتے اور فائدہ حاصل کرتے تھے۔

---

۴۲ تکملہ سیر الاولیاء صفحہ ۱۱۳-۱۲۰ و تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۴۶۰-۵۳۹

۴۳ گلشن بے خار صفحہ ۲۳۳ و ریاض الفصحا، صفحہ ۳۳۹ و مناقب فریدی صفحہ ۱۰۴ و خزینۃ الاصفیاء جلد اول (ذکر نیاز)۔ ۴۴ اپنے مرشد شاہ فخر الدین کے بارے میں حضرت نیاز کہتے ہیں ؎ کمال فقر شد ست از ظہور فخر الدین ٭ فدائے او دل و جانم دگر نمی دانم

۴۵ خزینۃ الاصفیاء جلد اول (ذکر نیازؒ)

**ولادت اور ابتدائی تعلیم**

۱۱۷۳ھ[1] ہجری میں بہ مقام سرہند پیدا ہوئے۔ یہ ریاست پٹیالہ (پنجاب) کی ایک چھوٹی لیکن تاریخی بستی ہے جہاں مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رح کا مزار مرجع خواص وعوام ہے اور انھیں کی نسبت سے اِس بستی کو تاریخی عظمت حاصل ہوئی۔ بچپن ہی میں شاہ نیاز احمد رح اپنے والد حکیم شاہ رحمت اللہ[2] صاحب کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئے۔ والدہ نے پرورش اور تعلیم وتربیت کے فرائض انجام دیے۔ مقامی علماء کی زیرنگرانی تعلیم سے فراغت حاصل کر کے حضرت شاہ فخر الدین صاحب رح کی خدمت میں تکمیل تعلیم کے لئے دہلی پہونچے کیونکہ حضرت موصوف علوم باطن کے ساتھ ساتھ علوم ظاہر کے بھی بہت بڑے عالم تھے اور دُور دُور سے شائقین علم دہلی آکر ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے تھے۔ غرض کہ ان کے زیر سایہ صرف سترہ سال کی عمر[3] میں شاہ نیاز احمد صاحب رح نے تفسیر، حدیث، اصول وفروع، معقولات ومنقولات کے علوم میں کمال حاصل کر لیا اور انھیں کسب باطن کے لئے بیعت کرلی۔ باطنی علوم ومعارف کی تحصیل وتکمیل میں بھی شاہ نیاز احمد رح نے اپنی استعداد و لیا اور جلد ہی شاہ فخر الدین رح سے خلافت اور رُشد وہدایت کی سند حاصل کی۔ شاہ صاحب موصوف رح نے انھیں بریلی میں قیام کرنے کا حکم دیا[4]۔

**درس وتدریس کی مسند پر**

شاہ نیاز احمد رح نے صرف رُشد وہدایت کی مسند پر متمکن ہونا ہی پسند نہ فرمایا بلکہ درس[5] وتدریس کی خدمات بھی عرصہ تک انجام

---

[1] مناقب فریدی صفحہ ۴۰

[2] نساخ نے والد ماجد کا نام "رحمت اللہ" لکھا ہے۔ سخن شعرار صفحہ ۵۳۶ لیکن تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۵۶۲ پر صرف شاہ رحمت صاحب درج ہے۔

[3] تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۵۶۲

[4] تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۵۶۳

[5] مناقب فریدی صفحہ ۴۱

دیں۔ دہلی میں اُن کا حلقۂ درس شائقین علم کے لئے بڑا ہی پُرکشش اورمرکز توجہ تھا۔ ایسی محفلوں میں اُن کی علمی موشگافیاں اصحاب ادراک وبصیرت کے نزدیک بھی بڑی اہمیت رکھتی تھیں۔ اُردو کے ممتاز شاعر اور قادرالکلام اُستاد مصحفی نے بھی دہلی کے زمانۂ قیام میں اُن کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا تھا جس کا ذکر انھوں نے اپنی کتاب ریاض الفصحاء[۵۱] میں بھی کیا ہے اور ان کی "شان علم" و "وجاہت" کو بیان کیا ہے۔

**تصانیف** | مروّجہ علوم میں تکمیل و تبحر کے بعد شاہ نیازؒ نے ایک طرف مسند درس کو کچھ عرصہ کے لئے سنبھالا تو دوسری طرف تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ کی کیونکہ یہ بھی وقت کی اہم ضرورت تھی اور ان کے روحانی مشن کی ترویج و اشاعت میں معاون ہوسکتی تھی۔ اسی لئے عموماً ایسے ہی موضوعات پر قلم اٹھایا جو اس عظیم مقصد کی تکمیل میں معاون ہوسکتے تھے۔ "تاریخ مشائخ چشت"[۵۲] میں پروفیسر خلیق احمد نظامی نے حسب ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے:۔

۱۔ تحفۂ نیازیہ حضرت بے نیاز
۲۔ حاشیہ شرح چغمنی
۳۔ دیوان نیاز (فارسی) } [۵۳]
۴۔ دیوان نیاز (اُردو) }
۵۔ رسالہ تسمیۃ المواتب
۶۔ رسالہ راز و نیاز
۷۔ شرح قصائد عربیہ
۸۔ شمس العین شریف
۹۔ مجموعہ قصائد عربیہ

مذکورہ تصانیف سے ان کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔ فلسفہ و منطق کی اصطلاحات، تصوّف کے نکات اور معرفت کے رموز شاہ صاحبؒ کی زبان قلم

---

۵۱ ریاض الفصحا صفحہ ۳۳۹ ۵۲ تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۵۷۱
۵۳ یہ دونوں مختصر دیوان ایک جلد میں طبع ہوئے ہیں۔

پر بے ساختہ آجاتے ہیں اور ان کے بیان پر انھیں بڑی قدرت ہے۔

**خلفاء و مریدین** بریلوی میں شاہ نیاز احمدؒ کی خانقاہ عقیدت مندوں اور ارادت کیشوں سے بھری رہتی تھی۔ جگہ جگہ سے لوگ آپ کی صحبت سے فیضیاب حاصل کرنے کے لئے وہاں آتے تھے۔ اٹھارھویں صدی میں چشتیہ سلسلہ کا فروغ پنجاب میں شاہ نور محمد صاحبؒ اور یو۔پی میں شاہ نیاز احمد صاحبؒ کا مرہونِ منت ہے اور اتفاق سے یہ دونوں بزرگ حضرت شاہ فخر الدینؒ دہلوی کے مرید و خلیفہ تھے۔ مؤخر الذکر یعنی حضرت شاہ نیازؒ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک میں بھی ان کے سلسلے کی خانقاہیں قائم تھیں، ایران، عرب، افغانستان، سمرقند اور بدخشاں کے دُور دراز مقامات پر بھی اُن کے ارادت کیش اور عقیدت مند موجود تھے۔ ان کے خلفاء[۵۲] کی تعداد سینتیس[۳۷] بتائی جاتی ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

## خلفاء شاہ نیاز احمدؒ بریلوی

۱- تاج الاولیا شاہ نظام الدین[۵۳]

۲- مولوی عبداللطیف سمرقندی

۳- مولوی نعمت اللہ خاں بخاری۔ کابل

۴- حافظ وزیر خواجہ ۔ ۔ ۔ ۔ //

---

[۵۱] خزینۃ الاصفیاء جلد اول صفحہ ۵۰۶۔ و مناقب المحبوبین صفحہ ۱۰۵

[۵۲] تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۵۰۷، بحوالہ مکتوب حضرت شاہ عزیز احمد راز سجادہ نشین خانقاہ نیازیہ بریلی و غیرہ شاہ نظام الدینؒ ابن شاہ نیازؒ۔

[۵۳] حضرت نیازؒ کے بڑے صاحبزادے اور پہلے سجادہ نشین تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بڑے بیٹے شاہ محی الدین سجادہ نشین ہوئے۔ اس طرح سجادہ نشینی آپ کی نسل میں قائم رہی اور آجکل شاہ نظام الدینؒ ابن شاہ نیازؒ کے نواسے شاہ عزیز میاں سجادہ نشین ہیں۔

۵- مولوی محمد حسین - مکہ معظمہ
۶- میر محمد سمیع بدخشانی
۷- مسکین شاہ صاحب ولایتی
۸- مُلّا عوض محمد بدخشانی
۹- مولوی یار محمدؒ کابلی
۱۰- محمد عثمان خاں وزیر خیلی - کابل
۱۱- مُلّا جان محمد خاں اخون - //
۱۲- مخدوم عبدالشہید یارقندی
۱۳- حاجی ہاشم کابل
۱۴- محمد فخر عالم شاہ جہاں پوری
۱۵- سیّد احمد علی شاہ آبادی
۱۶- سیّد حشمت علی //
۱۷- میاں فخرالدین
۱۸- خلیفہ وجیہہ الدین
۱۹- مرزا اسداللہ بیگ بریلوی
۲۰- حاجی شرف الدین ردولوی
۲۱- سیّد حسن شاہزادہ - کیرطور - اجمیر شریف
۲۲- سیّد ضیاء الدین
۲۳- محمد عبداللہ خاں - شاہجہانپور
۲۴- مولاداد خاں //
۲۵- مولوی محمود عالم بچھرایونی
۲۶- بخش اللہ شاہ آبادی
۲۷- حکیم رحیم اللہ بچھرایونی
۲۸- مولوی عبدالرحمٰن جاورہ
۲۹- غلام مولیٰ اکبرآبادی
۳۰- محمد کفایت اللہ
۳۱- مولوی عبیداللہ جی پکھیلی
۳۲- مولوی عبدالرحمٰن
۳۳- شاہ شمس الحق - لکھنؤ
۳۴- شاہ نورالدین بریلوی
۳۵- مولوی مستان خاں شاہجہانپوری
۳۶- خلیفہ عبدالرسول کابل
۳۷- مخدوم جی بدخشانی

**اولاد** حضرت نیازؒ کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام شاہ نظام الدینؒ تھا جو "تاج الاولیاء" کے لقب سے مشہور تھے اور حضرت نیازؒ کے انتقال کے بعد پہلے سجادہ نشین ہوئے۔ آپکے انتقال کے بعد آپکے بیٹے شاہ محی الدینؒ سجادہ نشین

---

۱ـ تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۵۷۳

ہوئے اور آجکل آپ کے نواسے شاہ عزیز احمد راز سجادہ نشین ہیں۔ حضرت نیاز کے دوسرے بیٹے شاہ نصیر الدین[۵۱] مجرد تھے، بدایوں میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہاں رشد و ہدایت کی شمع جلائی۔

**وفات** حضرت نیاز نے ۶ رجمادی الثانی ۱۲۵۰ھ[۵۲] ہجری کو ستتر سال کی عمر میں بمقام بریلی وصال فرمایا اور وہیں آج بھی ان کا مزار مرجع عوام و خواص ہے۔

**حضرت نیاز بحیثیت شاعر** تصوف کی طرح "شاعری" بھی "بقول شبلی نعمانی" ذوقی اور وجدانی چیز ہے[۵۳]" اور شاہ نیاز کی طبیعت قدرت کی طرف سے سوز و گداز اور ذوق و وجدان سے مالا مال تھی۔ عشق حقیقی سے اُن کا خمیر بنا تھا اور درد عشق ہی اُن کا سرمایۂ حیات تھا۔ محبوب حقیقی کا یہ عاشق صادق، بادۂ عرفان کا متوالا نیاز عشق حقیقی کی آتش گرم و تیز میں خود بھی سلگتا اور اپنے آتشیں کلام کے ذریعہ اپنے دل کی آگ کی حرارت دوسروں تک پہونچاتا تھا۔ یہ بزرگ صوفی شاعر شاعر سے زیادہ محبوب حقیقی کا عاشق صادق اور جادہ صبر و رضا کا سالک تھا۔ شاعری پیشہ نہ تھا اور نہ تفریح کا مشغلہ بلکہ جب جذبات کا طوفان اُمنڈتا تو شعر کے قالب میں ڈھل جاتا تھا۔ کلام بہت کم ہے لیکن جو کچھ ہے انتخاب ہے اور ذوق و وجدان کا عکس ہے۔ تاثیر کی شدت سب سے نمایاں اور امتیازی خصوصیت ہے اور یہ اُن کے جذبہ کی صداقت کا ثبوت ہے۔ دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا کلام دل پر اثر کرتا ہے۔ ساتھ ہی جامعیت اور افادیت کی خوبیاں اپنی جگہ اہم ہیں۔ تصوف کے نکات، معرفت کے رموز، مشاہدۂ باطن کے اسرار اور قلبی واردات کا بیان شاہ نیاز کے کلام میں بڑے دلکش اور دلنشیں انداز میں ملتا ہے۔ آورد

---

۵۱ تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۵۷۳ ۵۲ سخن شعرا صفحہ ۵۳۶
۵۳ شعر العجم جلد چہارم صفحہ ۱

نام کو نہیں، جو کچھ ہے آمد ہی آمد ہے۔ ساتھ ہی زبان کی صفائی، سلاست اور روانی بھی کلام کے خاص جوہر ہیں۔ وہ بلند خیالات کو بھی بڑی صفائی سادگی اور دل کشی سے ادا کرتے ہیں ؎

اک تو ہی نہیں، میں بھی ہوں، اِن آنکھوں کا مارا ـــ اے اہلِ نظر نرگسِ بیمار سے کہہ دو [۴۸]

بسا میری آنکھوں میں تو اس قدر ـــ کہ تجھ بن نظر کچھ نہ آیا مجھے [۴۹]

وحدت ایسی ہوئی ہے جلوہ نما ـــ ایک ہے، سو ہزار آنکھوں میں [۵۰]

کروں کیا بیاں میں ہم نشیں، اثر اُس کی لطفِ نگاہ کا

کہ تعینات کی قید سے مجھے ایک دم میں چھڑا لیا [۵۱]

مجھے چین خواب عدم میں تھا، نہ تھا زلفِ یار کا کچھ خیال

سو جگا کے شورِ ظہور نے، مجھے اس بلا میں پھنسا دیا [۵۲]

اور چھوٹی بحروں میں روانی و سادگی کے ساتھ ساتھ شدت تاثیر اور زبان کی حلاوت میر تقی میر کی یاد دلاتی ہے ؎

مبارک رہے تجھ کو واعظ بہشت ـــ میاں! ہم تو طالب ہیں دیدار کے [۵۳]

عجب کیا جو تشریف لاؤ اِدھر ـــ عیادت کو آتے ہیں بیمار کے [۵۴]

بسا میری آنکھوں میں تو اس قدر ـــ کہ تجھ بن نظر کچھ نہ آیا مجھے [۵۵]

کچھ نہیں کھلتا مجھے "میں کون ہوں"؟ ـــ صورتِ حیرت ہوں یا شکلِ جنوں [۵۶]

حمد و مناجات کے بیان میں ایک خاص وارفتگی کی کیفیت نظر آتی ہے اور ایسے مواقع پر اظہار جذبات کے لئے حضرت نیازؒ نے بے ساختہ تکرار الفاظ

---

۴۸ دیوان نیاز مطبوعہ نولکشور ۱۹۳۶ء صفحہ ۵۴ ۔ ۴۹ دیوان نیاز مطبوعہ نولکشور ۱۹۳۶ء صفحہ ۵۶

۵۳ " " " " " ۶۹ ۔ ۵۴ و ۵۵ " " " " " ۴۴

۵۶ تا ۵۸ " " " " " ۵۶ ۔ ۵۹ " " " " " ۴۹

سے بھی کام لیا ہے ؎

عین ادراکیست عاجز ماندن از ادراکِ او
کار با عجز ست آخر کار در سرکارِ ما[1]

رنگ برنگی ست اصلِ رنگہائے رنگ رنگ
نورِ بیرنگی پہ از نیرنگیٔ انوارِ ما[2]

"معرفتِ الٰہی" وہ بحرِ ناپیدا کنار ہے جس کی گہرائیوں تک پہونچنے کا دعویٰ کون کر سکتا ہے جب کہ خود سرورِ کائنات ؐ فرماتے ہیں: "ما عرفناک حق معرفتک"۔ حضرت نیازؒ کی زبان سے سنئے ؎

حیرت اندر حیرت آمد، حیرت اندر حیرت ست
ہست با حیرت ز سرتا پائے کار و بارِ ما

گنگ می گردد زبانِ اہلِ عرفاں زیں مقام
ما عرفنا گفت ایں جا سیدِ ابرارِ ما[3]

اور "قلزمِ عرفان" کے غواصوں کا حال کیا ہوتا ہے کہ ہونٹ خشک جگر تفتہ اور کمالِ سیرابی کے باوجود تشنہ کامی کا شدید احساس ؎

لب خشک و تشنہ کام جگر تفتہ ام ہنوز
حالانکہ غرقِ قلزمِ عرفانم ایں چنیں[4]

صوتی نغمگی کی مثالیں بھی کلام نیازؒ میں بکثرت ملتی ہیں۔ کبھی الفاظ کے اُلٹ پھیر سے بھی معنی آفرینی کرتے ہیں اور کلام کی غنائیت بھی مجروح نہیں ہونے پاتی بحروں کے انتخاب میں اس کی رعائت مدِ نظر رہتی ہے اور کبھی قافیہ اور ردیف کی تکرار سے غنائی کیفیت پیدا کرتے ہیں ؎

جامے نہ مئے باقی، از دستِ خوش ساقی
باکثرتِ مشتاقی می جویم و می رقصم[5]

درون آئینہ خویش تا خدا دیدم
بہ سوئے خود نگرانم دگر نہ می دانم[6]

عاشقِ بے خبر منم، من نہ منم، نہ من منم
عارفِ باہنر منم، من نہ منم، نہ من منم

---

[1] دیوان نیاز صفحہ ۲
[2] دیوان نیاز صفحہ ۲
[3] " " " ۲
[4] " " " ۲۶
[5] " " " ۱۹
[6] " " " ۲۳

شام منم، سحر منم، شمس منم، قمر منم
در ہمہ جلوہ گر منم، من نہ منم، نہ من منم
ایں ہمہ بحر و بر منم، ویں ہمہ خشک و تر منم
قطرہ منم، گہر منم، من نہ منم، نہ من منم[۵۱]

کافر عشق ہوں میں بندۂ اسلام نہیں
بُت پرستی کے سوا، اور مجھے کام نہیں[۵۲]

چھوڑ کر سینہ، شاید آیا ہے
اب دلِ بے قرار آنکھوں میں[۵۳]

شنیدہ ام بہ صنم خانہ از زبان صنم
صنم پرست و صنم گر، صنم شکن، ہمہ اوست[۵۴]

بہ شبستان تجمل گل عذارے کردہ ام پیدا
سراپا دلکشے رنگیں نگارے کردہ ام پیدا

حضرت نیازؔ بڑے ہی قادر الکلام اور "فصیح البیان" شاعر تھے جس کا اعتراف اور احساس انھیں خود بھی تھا اور اپنی "فکر رسا" کا ذکر بھی انھوں نے خود کیا ہے ؎

بھلا اک غزل اور بھی ایسی کہیو
تجھے میں "فصیح البیاں" دیکھتا ہوں[۵۵]

رکھے ہیں نیازؔ اہلِ دل تیرے شعر سننے کا اشتیاق
غزل ایک دوسری اور کہہ تجھے حق نے "فکر رسا" دیا[۵۶]

لیکن جلد ہی انھیں یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ "شعر و سخن کے جوڑ توڑ" پیدا کرنا اُن کا مسلک نہیں بلکہ "ذکر و فکر" میں گم گشتگی ہی ان کا مقام ہے ؎

عبث ہیں شعر و سخن کے یہ جوڑ توڑ نیازؔ
تو اپنے ذکر کی اور فکر کی طرف منہ موڑ[۵۷]

لیکن ذکر و فکر میں مستغرق رہتے ہوئے بھی سنگلاخ زمینوں سے بے تکلفانہ گزرتے ہوئے نظر آتے ہیں ؎

کس پیار کی نگاہ کا دل میں لگا خدنگ
مرگ و حیات اپنی ہوئیں دونوں ایک رنگ[۵۸]

حرص و ہوائے نفس ہے زنجیر پائے دل
پاتا نہیں نجات کی تدبیر الغیاث[۵۹]

---

۵۱ دیوان نیاز صفحہ ۴۳
۵۲ دیوان نیاز صفحہ ۵۱
۵۳ " " " ۴۹
۵۴ " " " ۸
۵۵ " " " ۳
۵۶ " " " ۵۰
۵۷ " " " ۴۴
۵۸ " " " ۴۷
۵۹ " " " ۴۸
۶۰ " " " ۴۶

لشکرِ غم آپڑا، اقلیمِ دل پر ٹوٹ ٹوٹ　　یاں ندائے الاماں تھی، واں صدائے لوٹ لوٹ[۵۱]

ہندی الفاظ کے ساتھ فارسی الفاظ کو اضافت کے ذریعہ جوڑنا اہلِ زبان کے نزدیک معیوب سمجھا گیا ہے مگر شاہ نیازؒ نے اسے اس خوبی سے نبھایا ہے کہ بیساختہ داد نکلتی ہے اور یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس جگہ دوسرا لفظ لایا جانا کوئی دوسری ترکیب بندش ممکن ہی نہیں ہو سکتی ہے اسلیئے اگرچہ خلاف اصول و قواعد ہے لیکن ایسا برمحل، بے ساختہ اور غیر ارادتی استعمال ہے کہ جس کی مثالیں دوسری جگہ ملنا مشکل ہے۔

حضرت نیازؔ کے کلام میں ہندوستانی فضا اور ہندوستانی رنگ و بُو ہے۔ انکی تشبیہات بھی اکثر ہندوستانی ماحول کی ترجمانی کرتی ہیں حالانکہ وہ خیال بندی کے قائل نہیں۔

نیازؔ شعر خیالی نہیں پسند عوام　　غزل کہو تو کہو ٹک خیال بندی چھوڑ[۵۲]

عشق کے میداں میں آ، صورتِ انساں بنا　　عاشقِ مولا ہوا "چاند کا جیسے چکور"[۵۳]

گر "کبک دری"، چال بانکی یہ دیکھے　　رہ جائے "جھجک"، اور کرے رفتار فراموش[۵۴]

"جوڑے" کو جو وہ نازنیں، باندھے تو ہے لازم　　تارِ نگہ چشم ہوسناک سے باندھے

"ماٹی" سے ہماری وہ بنا کر کے "بگولے"　　چکر ہی میں رکھتا ہے سدا "چاک" سے باندھے[۵۵]

دنیا سرا ایسی نہیں، آکر جہاں رہ جایئے　　بس شب کی شب آئے، رہے، اور پھر گجردم "چل بسے"[۵۶]

"وحدت وجود" یعنی "ہمہ اوست"، حضرت نیازؔ کا خاص موضوع سخن ہے ان کے اردو اور فارسی کلام میں جا بجا وحدت وجود کے خیالات بکھرے ہوئے

---

[۵۱] دیوان نیاز صفحہ ۴۵　　[۵۲] دیوان نیاز صفحہ ۴۷

[۵۳] 〃 〃 ۴۶　　[۵۴] 〃 〃 ۴۸

[۵۵] 〃 〃 ۵۵　　[۵۶] 〃 〃 ۵۵

ملتے ہیں اور یہ مسئلہ صوفیانہ شاعری کی جان ہے۔ اسی مسئلہ کے ذکر و بیان سے صوفیانہ شاعری میں ذوق و شوق، جوش و خروش، سوز و گداز اور زور د اثر پیدا ہوا ہے۔ شیخ سعدیؒ نے وحدت وجود کی تشریح کے سلسلے میں ایک تمثیلی حکایت لکھی ہے کہ کسی نے جگنو سے پوچھا کہ "تم دن کو کیوں نہیں نکلتے؟" اس نے کہا "میں تو دن رات ایک ہی جگہ رہتا ہوں، لیکن آفتاب کی روشنی کے ہوتے میں لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ یہی حال تمام عالم کا ہے کہ خدا کی ہستی کے مقابلہ میں ان کا وجود اہلِ حال کو نظر نہیں آتا۔ "وحدت وجود" کی تعریف دوسرے لفظوں میں یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ جس طرح کسی تیز روشنی کے سامنے کمتر درجے کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے اسی طرح خداوند تعالیٰ کے وجود کی روشنی کے آگے غیر خدا کا وجود بے حقیقت اور اس کی "روشنی" "تاریکی" معلوم ہوتی ہے وحدت کے اس تصور کو "وحدتِ شہود" کہتے ہیں اور حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اسی کو جابجا اپنے مکتوبات میں ثابت کیا ہے۔

رفتہ رفتہ "وحدتِ شہود" کا تصور "وحدتِ وجود" کے تصور میں تبدیل ہو گیا۔ یعنی کہ درحقیقت خدا کے سوا کوئی اور چیز سرے سے موجود ہی نہیں یا بالفاظ دیگر جو کچھ اس جہان آب و گِل میں موجود ہے۔ سب خدا ہی ہے۔ گویا کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ خدا کا مظہر تجلّی ہے۔ بقول شبلی نعمانی "تمام عالم شاہد حقیقی کا جلوہ ہے، یہ جو کچھ نظر آتا ہے، اس کے کرشمے اور ادائیں ہیں۔ ایک رُوح ہے جو تمام اشیاء میں ساری ہے، ایک نور ہے جس سے تمام فضائے ہستی روشن ہے، ایک آفتاب ہے جو ہر ذرّہ میں چمک رہا ہے، ہر چیز خدا ہے۔ تمام عالم اس کے اشکال گوناگوں ہیں۔ ایک ہستئ مطلق، عام بھی ہے، خاص بھی،

---

[1] شعر العجم جلد پنجم صفحہ ۱۴۳

مطلق بھی، مقید بھی، کُلّی بھی، جُزئی بھی، جوہر بھی ہے، عرض بھی، سیاہ بھی ہے۔ سفید بھی[۵۱]"

حضرت نیازؔ نے اٹھارھویں صدی عیسوی میں اِس نظریہ کی اِشاعت میں نہایت سرگرمی سے حصّہ لیا اور ان کے کلام کا بیشتر حصّہ اسی رنگ میں رنگا ہوا ہے ؎

جز خدا نیست دیگرے موجود | من تو حیلہ و بہانہ اوست[۵۲]

ذاتِ حق خورشید و این اعیان ما را ذات اوست | تابشِ ذرات ما از عکسِ اشراقات اوست[۵۳]

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا | از ماہ تا بہ ماہی سب ہے ظہور تیرا[۵۴]

نیرنگیوں سے یار کی حیراں نہ ہو جیو | ہر رنگ میں اسی کو نمودار دیکھنا[۵۵]

جیسے ذات بے رنگ و بے چوں کہیں ہیں | بہ ہر رنگ جلوہ کناں دیکھتا ہوں

ازل سے ابد تک جو کثرت ہے پیدا | سو وحدت کا دریا رواں دیکھتا ہوں[۵۶]

ز مصحفِ رُخِ خوباں ہمی نمود رقم | کہ خط و خال و رخ و زلفِ پُر شکن ہمہ اوست

ز سرِ عشق چو واقف شوی یقیں دانی | کہ قیس لیلیٰ و شیریں و کوہکن ہمہ اوست

اگر ز قیدِ تعیّن بروں شوی چو نیازؔ | نظر کنی کہ دریں زیر پیرہن ہمہ اوست[۵۷]

کہیں کہیں تو حضرت نیازؔ کی زبان رازِ درونِ پردہ کو فاش کرتی ہوئی نظر آتی ہے ؎

رتبہ اش عالی ست از بودن دریں کون و مکاں | بوالعجب ہستم کہ ہم در ہر مکاں می بینمش

---

۵۱ شعر العجم حصّہ پنجم صفحہ ۱۴۳ - ۱۴۷

۵۲ دیوان نیاز صفحہ ۸

۵۳ دیوان نیاز صفحہ ۹

۵۴ " " ۴۴

۵۵ " " ۴۵

۵۶ " " ۵۰

۵۷ " " ۹ - ۱۰

گاہ صاحب ہوش و عاقل، واعظ و عالم شود — گاہ مست اندر سرِ پیرِ مغاں می بینمش
گاہ با ناز و ادایش شوخ و شنگ و دل رُبا — در لباسِ گُل رخاں خوش نوجواں می بینمش
گرچہ پوشد کسوت بسیار در رنگِ ہزار — لیک من اُورا چو یک دانم ہماں می بینمش[۵۱]
عین دریاست حبابم بہ نگاہِ تحقیق — ورنہ ایں قطرہ چرا شورش دریا می کرد[۵۲]

خدا اور کائنات کے وجود کو ریاضی کی مدد سے اس طرح حل کرتے ہیں کہ جو تعلق ایک اور دوسرے اعداد میں ہے وہی خدا اور کائنات میں ہے ؎

تعینات کے نقطوں سے ہے کثیر اَحد — وہی ہے ایک، یہ دس، سو، ہزار، لاکھ، کروڑ[۵۳]

"وحدت ادیان" صوفیوں کا خاص نظریہ ہے اور اسی نظریہ کی تبلیغ کے ذریعہ محبت کی عام تعلیم دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کے معتقدین میں بلا تفریق مذہب و ملت ہر طبقہ کے لوگ شامل رہے ہیں اور آج بھی تعصب لامذہبیت، بے دینی اور نفرت کے دَور میں بادۂ تصوف کے سرشاروں میں ہندو مسلمان، سکھ اور عیسائی ہر مذہب اور ہر فرقہ کے لوگ نظر آتے ہیں۔ حضرت نیاز رح کے فارسی اور اردو کلام میں جا بجا "وحدت ادیان" کے خیالات نظر آتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ اگر تمام مذاہب کے ماننے والے بادۂ توحید سے سرشار ہو جائیں تو باہمی نفرت و عناد کی بنیادیں ختم ہو جائیں اور محبت کی عام فضا پیدا ہو جائے ؎

گر بادۂ توحید پئیں اہلِ مشارب — ہفتاد و دو ملت کی ہو تکرار فراموش[۵۴]
یہ سب ادیان و ملل ہیں شاخ ہائے یک درخت — ایک جڑ سے ہیں یہ نکلی ڈالیاں سب پھوٹ پھوٹ[۵۵]

---

۵۱ دیوان نیاز صفحہ ۱۷ — ۵۲ دیوان نیاز صفحہ ۱۳
۵۳ " " ۴۷ — ۵۴ " " ۴۸
۵۵ " " ۴۶

جو ربّ الحرم ہے، صنم بھی وہ ہے — حرم، دیر میں اکیساں دیکھتا ہوں
اسے برہمن اُسے شیخ مانے — یہ آپس کا جھگڑا یہاں دیکھتا ہوں [۵۱]

دیکھ کر نیرنگیاں تیری اسیرانِ ملل — ملّت و مذہب کی قیدوں سے گئے ہیں چھوٹ چھوٹ [۵۲]

وحدت ایسی ہوئی ہے جلوہ نما — ایک ہے، سو ہزار آنکھوں میں [۵۳]

عشق و محبّت کا درس تو ازل ہی سے مل چکا تھا اسی لئے یہ مشغلہ ساری زندگی جاری رہا ؎

در ازل شغلِ دلم عشقِ بتاں می بودہ است — زیں سبب روز و شب اندر کارِ آں می بینمش [۵۴]

اور عشق کیا ہے؟ حضرت نیازؒ کی زبان سے سنئے ؎

پرتوِ مہرِ قدیم ست، ایں مہِ تابانِ عشق — جلوۂ نورِ کلیم ست، آتشِ سوزانِ عشق [۵۵]

وہ عشق کے ملّت و آئین کو تمام دوسرے ملل و مذاہب سے بہتر سمجھتے تھے اور اسی لئے زندگی بھر "جادہ پیمائے طریقِ عاشقی" رہنا پسند کیا ؎

ملّت و آئینِ عشق از جملہ ملّتہا نکوست — زیں جہت رہ می روم بر جادۂ یارانِ عشق [۵۶]

اور "عشق کے دیدۂ حیراں" نے انھیں جو جلوے دکھائے، خرد کی چشمِ ادراک انھیں دیکھنے سے قاصر تھی ؎

چشمِ ادراکِ خرد را بہرہ نبود نیاز — از تماشائے کہ بیند دیدۂ حیرانِ عشق [۵۷]

حافظ شیرازی کہہ گئے ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

---

[۵۱] دیوان نیاز صفحہ ۵۰
[۵۲] دیوان نیاز صفحہ ۵۴
[۵۳] " " " ۴۹
[۵۴] " " " ۱۷
[۵۵] " " " ۱۸
[۵۶] " " " ۱۹
[۵۷] " " " ۱۸

اور حضرت نیازؔ بھی حافظؔ کے ہم خیال نظر آتے ہیں ؎

کشتۂ شمشیرِ عشق از مرگ باشد در اماں — زندۂ جاوید باشد مردۂ بے جانِ عشق[1]

اور اُن کے نزدیک تو عشق کے بے سروسامان لوگ کونین کے شہنشاہ ہوتے ہیں ؎

عاشقاں در بے نوائی خسروی ہا می کنند — شاہیٔ کونین دارد بے سروسامانِ عشق[1]

وہ عشق کے احسانات کو مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں کیونکہ ع

عشق می گویم و جاں می دہم از لذّتِ وے

کہاں تک کہوں لطف و احسانِ عشق — کہ جوں جوں گھٹائیں، بڑھایا مجھے
یہاں تک دیا مجھ کو حسنِ عروج — کہ بندے سے مولا بنایا مجھے[2]

عشق اسلام ست و دینم، عشق دنیا ست و درد — عشق غمخوار ست و مونس، عشق یارِ غارِ من[3]

"مکتبِ عشق" میں "مقامِ فنا" کا درس حاصل کرنے کے لئے علومِ ظاہر کو یکسر فراموش کرنا حضرت نیازؔ رحمہ ضروری سمجھتے ہیں ؎

جبھی جا کے مکتبِ عشق میں سبقِ مقامِ فنا لیا — جو لکھا پڑھا تھا نیازؔ نے سو وہ صاف دل سے بھلا دیا[5]

کیونکہ عقل کی زائیدہ بحث و تکرار کا حل صرف اُسی وقت ممکن ہے جب علومِ رسمی و ظاہری کو یکسر فراموش کر کے مکتبِ دل سے درسِ عشق حاصل کیا جائے ؎

علمِ رسمی در کنار انداز، وگیر از دل سبق — نکتۂ عشق است کن حل بحث و تکرارِ دگر[6]

تصوف کی اصطلاحات اور مقامات کا ذکر بھی کلامِ نیازؔ میں بکثرت ملتا

---

[1] دیوان نیاز صفحہ ١٨ — [2] دیوان نیاز صفحہ ١٨
[3] ،، ،، ،، ٥٧ — [4] ،، ،، ،، ٤٤
[5] ،، ،، ،، ٢٧ — [6] ،، ،، ،، ١٦

ہے اور ہر جگہ استعمال بھی خوبی سے کرتے ہیں۔ ساتھ ہی عربی جملوں اور فقروں کے بر محل نظم کرنے پر بھی عبور حاصل ہے ؎

"بے تعیّن" بود "کنزِ مخفی" اندر "کنجِ غیب" — در "تعیّن" آمد آں گنجینۂ اسرار ہا [۱]

مستِ مئے ناب تو بہ ہوش آمدنی نیست — لا یخھو من کاسک من کان سکارا [۲]
ہر قطرۂ اشکے کہ فرو ریختم از چشم — قد کان من القلب مداماً و مسارا

اگر دانی کہ "ہر شیئے" "ہست" "لا شیئ" — بداں کہ "ہر مکاں" "ہم" "لا مکاں" "ست" [۳]

لیس فی شوق الحقیقۃ من متاع غیرِ حق — لیس من دون الفنا جنس علیٰ دکّان عشق [۴]

در شوقِ جمالِ اُو، یک دل شدہ و یک رُو — "لا واحد الا ھُو" می گویم و می رقصم [۵]

جلوہ گاہ ذاتِ ہیں درمنظرِ ایوانِ دل — عرش "سلطانِ وجوب" ایں کرسیٔ امکان دل [۶]

"محیط عالم" و "مرکز" نشینم — خطر از دستِ لغزیدن نہ دارم [۷]
نہ می داند طبیب آزار ما را — وما ینجو بمنھاج و قانون [۸]

یہ اشعار بھی دامن نگاہ و دل کو کھینچنے کے لئے کافی ہیں ؎

جگر آتش، دل آتش، سینہ آتش، دیدہ ہا آتش
بایں ہر چار آتش کاروبارے کردہ ام پیدا [۹]

چرخ بایں ہمہ بے مہری و بے دادگری — بر سر کشتۂ جور تو چہ ہیہا می کرد
شد بہ فرمان کسے جان و دل و ایمانم — کہ مدام از سر الطاف تقاضا می کرد [۱۰]

---

۱ دیوان نیاز صفحہ ۳ — ۲ دیوان نیاز صفحہ ۶
۳ دیوان نیاز صفحہ ۷ — ۴ " " " ۱۸
۵ " " " ۱۹ — ۶ " " " ۱۹
۷ " " " ۲۱ — ۸ " " " ۲۸
۹ " " " ۳ — ۱۰ " " " ۱۳

خیال زلف آں بُت رشتہ ام از کفر و دیں بشکست
نہ من تسبیح می خوانم، نہ زنار آرزو دارم[۵۱]

حریان ما بہ دَور تو ساقی برائے چیست | در قیمتِ مئے تو دل آیا نہ دادہ ایم؟[۵۲]

منم پروانۂ ہم شمع و ہم سوز | بہ گردِ غیر گردیدن نہ دارم[۵۳]

حرفیست جہاں از ورق دفترِ علمم | من نسخۂ جامع عجبے طرفہ کتابم[۵۴]

یاالٰہی زورقِ گردوں سنبھال | بے طرح اُمڈا ہے یہ طوفانِ اشک[۵۵]

جھکتا نہیں یہ دل طرفِ قبلۂ عالم | محراب خم ابروئے دلدار سے کہدو[۵۶]

دیوان نیاز رح میں فارسی، اُردو غزلیات کے علاوہ چند مختصر "مثنویات" مستزاد، تضمین، حمد، مناجات، اور منقبت کے نمونے بھی موجود ہیں، مثنوی میں نیاز رح کی صفائی زبان اور روانی خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہے. جابجا عربی اشعار بھی ملتے ہیں اور آخر میں ہندی کلام کا نمونہ بھی موجود ہے۔

پیشِ نظر دیوان میں صحت و درستی کے ساتھ ساتھ دو ایسی غزلیں بھی شامل کی جارہی ہیں جو "دیوان نیاز" کے قدیم ایڈیشنوں میں شامل نہ تھیں یہ دونوں غزلیں چمنستان بے نظیر جلد دوم مطبوعہ ۱۹۲۷ء (بار دہم) اور مجمع الاشعار مطبوعہ ۱۸۹۶ء (بار ششم) نولکشور لکھنؤ میں موجود ہیں۔



---

۵۱ دیوان نیاز صفحہ ۱۹ — ۵۲ و ۵۳ دیوان نیاز صفحہ ۲۰
۵۴ 〃 〃 ۲۴ — ۵۵ 〃 〃 〃
۵۶ 〃 〃 ۵۴

# دیوان فارسی

## غزلیات :- ردیف الف

### (۱)

اے غنی ذات تو از اقرار و ز انکار ما بے نیاز از ما و از پیدائی و اظہار ما

نئے بہارت ہستئ ما ، نئے خزانت نسبتے اے بہارت بے تعلق از گل و از خار ما

کنز مخفی بود اندر غیب مطلق ذاتِ تو نامِ ما آں جا کجا بود و کجا آثار ما؟

رنگ برنگی سب اصلِ رنگہائے رنگ رنگ نور بے رنگی بر از نیرنگئ انوار ما

ہستیت خود بحرِ مواج ست ناپیدا کنار قطرہ باشد یا نمی زاں بحر ایں زخّار ما

ما کیانیم از خودی در حضرتت دم بر زنیم؟ اے! کم از کم رو برویت ایں ہمہ بسیار ما

عین ہستی خود توئی ، پس از تو چوں منکر شویم؟ حجتِ ہستئ تست ، ایں ہستئ انکار ما

کئے رسد شاہینِ فکر اندر ہوائے اوج او؟ بے پر و بال ست آں جا طائرِ طیّار ما

از چہ رو دست نگہ تا پایۂ کنہت رسد؟ تاب دیدارت ندارد دیدۂ بیدار ما

کئے رسائی یابد اندر حضرتِ تو چوں و چند؟ گرچہ زیں ہا رونق ست و گرمئ بازار ما

فرض کردم کہ حجاب نور ظلمت دور شد در حریمِ قدسِ تو ممکن نہ باشد بارِ ما

خارج از عقل و قیاس و وہم جملہ خاص و عام دور از حدّے کہ باشد حیطۂ افکارِ ما

نئے یکے گنجد در آں جا ، نئے دوئی گفتن روا بسکہ عالی ہست ز اطلاق کم و بسیارِ ما

نسبت تنزیہ و تشبیہش نمودن ناسزاست
کے سزد ایں قیدہا در بحثِ ذاتِ یارِ ما

اعتبارات و اضافاتے کہ آید بر زباں
نیست در ہستیِ سادج، کو بود دلدارِ ما

عین او را کیست عاجز ماندن از ادراکِ او
کار با عجز است آخر کار در سرکارِ ما

حیرت اندر حیرت آمد، حیرت اندر حیرت است
ہست یا حیرت، ز سر تا پائے کار و بارِ ما

گنگ می گردد زبانِ اہلِ عرفاں زیں مقام
”ما عرفنا“، گفت ایں جا سیدِ ابرارِ ما

دادہ ام از ذاتِ احدیت نشانت اے نیاز
چشمِ دل بکشاؤ نا بر معنیِ اشعارِ ما

(۲)

اے نہاں در کنجِ غیب، از دیدۂ ابصارِ ما
نیست جز تو کس عیاں در کوچہ و بازارِ ما

خود نقابِ روئے او مائیم و دیگر ہیچ نیست
گر نماند روز روئش، گم شود آثارِ ما

گر بہ ہفتاد و دو ملت جامِ وحدت در دہد
دور گردد اختلاف ایں ہمہ تکرارِ ما

در مقامے گر نماید روئے خود بے پردہ
کے بماند دین و کفر و سبحہ و زنارِ ما

بر لبِ جوئے جہاں باساز و برگِ تازہ
ہر زماں آید خراماں سروِ خوش رفتارِ ما

چشمِ مار ایک نگہ بر نرگسِ مستش فتاد
بے خود و دیوانہ شد، فرزانۂ ہشیارِ ما

چوں بہ گوش آمد صدائے نغمۂ قولِ ”الست“
می زند بانگِ بلے ہر ریشہ و ہر تارِ ما

در شناسائی چناں آید رخِ زیبائے او
تاب دیگر می دہد، ہر لحظہ بر انظارِ ما

روئے خود یک روست گو بینیم او را صد ہزار
موجبِ کثرت بود آئینۂ بسیارِ ما

رای و مرآت مرائے جملگی یک ذات اوست
عقل حیراں ست در صنعت گریِ یارِ ما

خود توئی ناظر، توئی منظور اے جانِ جہاں
پس چرا باشی نہاں، از دیدۂ انظارِ ما

ہستیت بارے ست بر گنجِ جمالش اے نیاز
گنج می آید بہ دست، از کشتہ گردد مارِ ما

(٣)

خود تجلی کرده بر خود آں بتِ عیّارِ ما
شاہدِ روئے خود آمد یارِ گل رخسارِ ما

مقتضائے حسن باشد جلوه گر بودن بخود
مہر و مہ در آئینه ہیں شاہدِ گفتارِ ما

یارب آں رو نورِ تاباں ست یا افسون و سحر
کز طلسمِ جادوش دیوانه شد ہشیارِ ما

موئے او گیسوئے مشکیں ست یا دکانِ عطر
شد پُر از بوئے دل آویزش سرِ عطّارِ ما

حسن خود نگذاشت تا بیند بسوئے ماسوا
تا بیاید سوئے ما آں یارِ خوش رفتارِ ما

بس که مجمل یک نگاہے سوئے ما ہم کرده بود
گو زِ استغنا، نه کرده رو باستحضارِ ما

مختفی در ذاتِ او بودیم چوں روغن به شیر
ہستیِ خود می دید، آمد بر سرِ اسرارِ ما

از ازل چوں برق بگذشت از رہِ ملکِ ظهور
دید بالاجمال نقد و جنسِ ایں بازارِ ما

بود شاخ و برگ و گل در تخمِ ذاتش مندمج
در تماشائے خودش شد سیرِ ایں گلزارِ ما

بے تعیّن بود کنزِ مخفی اندر گنجِ غیب
در تعیّن آمد آں گنجینهٔ اسرارِ ما

جلوهٔ نوری نمود و "نورِ احمدؐ" نام ساخت
بس بُود احمدؐ احد از دورِ ایں گفتارِ ما

از تعیّنِ اول و وحدت بیانے کرده ام
اے نیاز آرد به گوش ایں گوہرِ شہوارِ ما

(٤)

به بستانِ تجمل گلعذارے کرده ام پیدا
سراپا دل کشے، رنگیں نگارے کرده ام پیدا

قیامت قامتے، بالا بلائے آفتِ جانے
بُتے، غارت گرِ دیں، سحر کارے کرده ام پیدا

نگارے، کافرے، زاہد فریبے، عشوه پردازے
عجائب دل ربائے، طُرفه یارے کرده ام پیدا

جوانے، نکته دانے، طبعِ موزونے، سخن سنجے
سرِ دیوانِ حُسنے، خوش شعارے کرده ام پیدا

بیا جاناں! تماشا کن چراغانِ تنِ سوزاں
به داغستانِ دل رنگیں بہارے کرده ام پیدا

جگر آتش، دل آتش، سینه آتش، دیده ہا آتش
بدایں ہر چار آتش کاروبارے کرده ام پیدا

گذارِ کاروانِ سخت دل از سینه می جستم
رہش از دیدهٔ خونبار بارے کرده ام پیدا

دل و جاں را عزیز از بہر آں دارم که پنہاں را
بگردِ روئے جاناں جان نثارے کرده ام پیدا

سر و ساماں از عجز و نیاز و بے خور و خوابی ست
بزورِ ناتوانی حالِ زارے کرده ام پیدا

(۵)

به ملکِ ہستی خود شہریارے کرده ام پیدا
درونِ گردِ تنِ من شہسوارے کرده ام پیدا

برافگندم نقاب از رُخ ۔ رہا کردم تعین را
بزورِ بے خودی یک اختیارے کرده ام پیدا

به لغزش بودم از بر بائیِ پائے تنِ خاکی
زبے پائیش پائے استوارے کرده ام پیدا

به معیارِ ریاضت نقدِ ہمت را نکو دیده
پسندِ خاطرِ دلہا، عیارے کرده ام پیدا

زدم صد چاک بر کوهِ دلم از تیشهٔ محنت
به تنہائی نشینی طرفه غارے کرده ام پیدا

پُر از دُر ہائے شہوار ست دامانم بحمد الله
چنیں دولت ز چشمِ اشکبارے کرده ام پیدا

عزیمتہا ہمی کردم که شیطاں بر طرف گردد
زیک دانی و یک بینی حصارے کرده ام پیدا

به صیدِ ما سوا شاہینِ ہمت کے فرود آرم؟
به اوجِ قدس بہرِ او، شکارے کرده ام پیدا

مکانِ لامکاں دارم، نشانِ بے نشاں نہاں ست
بروں از چرخِ دائر، بیں دیارے کرده ام پیدا

شنا ورماندم اندر بحرِ جست و جوئے یک عمرے
دمیدستم به خود یارے، کنارے کرده ام پیدا

شنا کردن درونِ بحر، بےحد سخت مشکل بود
به بازوئے نیاز و عجز کارے کرده ام پیدا

(۶)

امشب آں ست که زد حلقه جہاں بر درِ ما
نیرِ نورِ خدا کرد طلوع از برِ ما

در شبستانِ جہاں بر نمطِ شمعِ سحر
بے فروغ ست مہِ چارده با اخترِ ما

چکد از ابرِ مجازم رشحاتِ تحقیق
قلزمِ دیدِ حقیقت شده چشمِ ترِ ما

زاہدا جام طہورا پئے فردا بردار! / جرعۂ نوش کن این دم زِ مئے ساغرِ ما

نظرِ حضرتِ عشق ست بہ سُوئے فقرا / کہ نہاد افسرِ شاہئ جہاں بر سرِ ما

اَوجِ گیرائی ما بیں، کہ فضائے ملکوت / جملہ در سایۂ شد اندر تہِ بال و پرِ ما

فکرِ ہر کس نہ رسد مغزِ سخن رائے دل! / نگہِ شیشہ گراں کرد کجا گوہرِ ما؟

تا نیازا ز خودی خود بری، سوزاں باش

ہم چوں اسپند بہ آتش کدۂ مجمرِ ما

(۷)

دی پائے بندِ دینِ مجازی بدیم ما / این دم، قدم بہ کفرِ حقیقی زدیم ما

اسلام را گذاشتہ در عشقِ آں صنم / مسجد خراب کردہ بہ دَیر آمدیم ما

از تابہائے اشعۂ حسن و جمالِ یار / از پائے تا بہ سر ہمہ آتش شدیم ما

صد شیشۂ توہمِ کثرت شکستہ ایم / تا گشتہ در معارفِ حق، اُو حدیم ما

ذات و صفاتِ ما ہمہ منسوب سُوئے اوست / از ہر جہت بہ ہر جہتش مسندیم ما

پیداست سرِ عشق ز بطنِ بطون من / از بہرِ طفلِ معرفتش والدیم ما

بیباک گشتہ ایم ز شورِ جہاں نیاز

دست از خودی فشاندہ ز خود بے خودیم ما

(۸)

دینِ مُغاں گرفتہ و خوش کافریم ما / مستیم و می کشیم وز خود می رہیم ما

از فرقہ ہائے تفرقہ خود منکریم ما / با جمعِ اہلِ جمع موافق تریم ما

دانا کشیم و دشمنِ عقلیم بالیقیں / گردن زنِ تن و دل و جاں پروریم ما

رندیم و بے خودیم وز خود آشنانہ ایم / وز خطرہ ہائے وہم، صفا خاطریم ما

از جلوہ ہائے حسن بہ چشمِ نگاہِ دل / در سختِ حیرتیم و بلا، تشنہ دریم ما

از تابشِ شعاعِ جمال و جلالِ یار — آتش گرفتہ از کفِ پا تا سریم ما

باکے زِ پُرسرانِ خیامِ نیاز نیست
جاں را بہ کف نہادہ و خوش بے سریم ما

(۹)

بہ مرآتِ جہاں بنمود جاناں روئے زیبا را — بہ رنگِ دیگر و شانِ دگر، ہر پیر و برنا را
انیسِ اہلِ ایماں ہم شدہ ہم یارِ بے دیناں — بنائے کعبہ را ہم ساخت، ہم دیر و کلیسا را
بہ پشتِ پارسایاں بارِ تقویٰ بر نہاد است او — بہ جانِ بے کساں انداخت مہرِ جامِ صہبا را
بہ نورِ آفتابِ روئے او، ہر ذرہ تاباں شد — نہ تنہا ماہِ کنعانی کہ بنمودہ زلیخا را
بہ قومے فخرِ فقر[1] و خاکساری کرد ارزانی — بہ جمعے تاجِ فغفوری و جاہ و حشمتِ دارا را
بہ ہر مُلکے دگر راہے و رسمے دیگرے دارد — بہ ہر طرفے معیّن ساختہ افواجِ اسما را

نیاز از فیضِ جودِ اُو ست پُر معمورۂ عالم
کہ از تحت الثریٰ بنواخت تا فوق الثریا را

الا یا ایّہا السّاقی بہ نوشاں جان مئے ما را — کہ نشناسم زمد ہوشی سر از پا در سر پا را
سراپا بے خودم گرداں، ز قیدِ ہستیم برہاں — چہ در بندِ خودی خود یافتم جملہ بلاہا را
بلائے بندِ ہستی سخت عقدِ مشکلے دارد — کہ مشکل می نماید حل ز دل ہر پیر و برنا را
دریں مشکل کشائی باز در حکمت چہ کار آید؟ — نہ می بینم توانائیش اِلّا جامِ صہبا را
بیا و جلوہ گر شو بر دلم اے راحتِ جانم — وگر بپسند بر من وعدۂ امروز و فردا را
سریرِ دل بہ مُلکِ تن، مہیا دارم اُو لیکن — گزیرے نیست گر ناید پسند آں شاہ زیبا را
بہ پروایم چہ پروا ست آں کس را کہ بے پروا ست — نہ یارم در جنابِ اُو ست نے یارا ست پروا را
نہادی داغ اندر سینۂ مہتاب ست افروز — پراگندی ز عارض چوں نقابِ زلفِ دوتا را

---

[1] اشارہ ہے حدیثِ نبوی "الفقر فخری" کی طرف (مرتب)

چه بے صبری ست یارب، وین چه بیتابی که من دارم
مبادا این حالتم هرگز به قسمت گبر و ترسا را

به شبهائے فراقِ تو، و در روزانِ مهجوری
اگر بیند مرا صد پاره گردد سینهٔ خارا

نیاز و انکسار و عجز من از حد گذر کرده
بده یک ذرّهٔ باری به درگاه خودم یارا

(۱۱)

بیا اے ساقیٔ زیبا و پُر کن جام صهبا را
بیا پے ده به ما و، بے خبر گردان ز خود ما را

جمال حسن روئے خود به مشتاقان خود بنما
برافگن از رخِ عارض نقابِ زلفِ دوتا را

گدا و بے نوایم بے سر و برگشته سامانم
نه خواهم ملک اسکندر، نه جاه و حشمتِ دارا

غمِ هجراں مرا کشت و قیامت بر سرم آورد
بیا، بنگر به حالِ ما و بنشاں فتنه برپا را

شب انگور آمد اندر چشمِ من در حال مخموری
به جیبِ آسماں دیدیم چوں عقدِ ثریا را

به گوشم کے کند جا وعظ و پندِ واعظ و ناصح؟
که در مستاں نه باشد قدر و عزتِ مردِ دانا را

نیازا اندر طریقِ خاکساری خوش دواں می باش
شعر و دل دارت آخر نرم، گر سخت ست چوں خارا

(۱۲)

بس جامهٔ خوں، کُشتهٔ شمشیرِ جفا را
پیراهن سرخ ست، لباس شهدا را

یک ناخنِ دیدهٔ چرخ ست مهِ نو
نظاره گهِ ابروئے خمدار شما را

اندر بغل آورده ام اینک دلِ بریاں
تا با سگ کوئے تو کنم پیش مدارا

گیسو ست به رُوئے تو، و یا شب به رُخِ روز؟
یا اسود زنگیست بهم ترک نما را

مستِ مئے نابِ تو به هوش آمدنی نیست
لا یَخْمُرُ مِنْ کَاسِكَ مَنْ کَانَ سُکَارا

چُوں شمع سراپا به سر گریه و آهم
مَنْ تَارِكَ قَدْ حَوْف وفاتا و بحارا

روزے به تماشائے رُخش جوش زدم من
اَجْرَیْتَ مِنَ الْعَیْنِ عُیُوْنًا و بحارا

ہر قطرۂ اشکے کہ فرو ریختم از چشم — قد کان من القلب مدامًا و منا لا

چوں دید سرشکم شفقی، گفت "بیا رآں" — ہاں دور کنید ایں کسِ پُر مکر و دغا را

زیں پیش کسے چوں تو بدیں رنگ نہ دیدست — دز دیدہ نگر از کفِ من رنگِ حنا را

یارب چہ کنم چارۂ خود ہیچ نہ دارم — ایں زندگیٔ تلخ بہ من نیست گوارا

رحمت بہ نیاز اے شہِ بیدادِ ستم گر
تا کے نہ وہی داد بہ فریادِ گدا را

(۱۳)

اے دل بہ گیر دامنِ سلطانِ اولیاء — یعنی حسین ابن علیؓ جانِ اولیاء

ذوقِ دگر بہ جامِ شہادت از و رسید — شوقِ دگر بہ ہستیٔ عرفانِ اولیاء

چوں صاحبِ مقامِ نبیؐ و علیؓ ست اُو — ہم فخرِ انبیاء شدہ ہم شانِ اولیاء

آئینۂ جمالِ الٰہی ست صورتش — زاں رُو شدہ ست قبلۂ ایمانِ اولیاء

تا کرد صرفِ دل سر و ساماں — گوئے سبق ربودہ ز میدانِ اولیاء

روئے نکوش مطلعِ صبحِ سعادت است — سیمائے اوست شمعِ شبستانِ اولیاء

دارد نیاز حشرِ خود امید با حسینؑ
با اولیاست حشرِ محبانِ اولیاء

# ردیف "ت"

(۱۴)

عشقت آنست کز و نام و نشانم باقی ست — گرچہ فانی شدم ذکر و بیانم باقی ست

گوہرِ ہستیٔ من گرچہ حباب آسا ہست — ذاتِ حق کانِ من و بحرِ روانم باقی ست

محفلِ ساغر و مے مطرب و نے آخر گشت — مستیٔ و وجدِ دلِ رقص کنانم باقی ست

شعلۂ نورِ قدم بر دلِ طورم تابید — سوختم، خاک شدم، سوزشِ جانم باقی ست

گر نہ ساندیم دریں دیر چہ باک ست نیاز

کز ازل تا بہ ابد جانِ جہانم باقی ست

(۱۵)

رفتم اندر تہِ خاک، انس بتانم باقی ست — عشق جانم بربود آفت جانم باقی ست

سروسامانِ وجودم شررِ عشق بہ سوخت — زیرِ خاکسترِ دل سوز نہانم باقی ست

کاروانم ہمہ بگذشت ز میدانِ شہود — ہم چو نقشِ کفِ پا نام نشانم باقی ست

ہستیم جملہ خیال ست بہ تمثالِ سراب — بایقیں من نیم و وہم و گمانم باقی ست

طمعۂ فاتحہ از خلق نہ داریم نیاز

عشقِ من از پسِ من فاتحہ خانم باقی ست

(۱۶)

خیالِ دوست در دل آں چناں است — کہ عالم جملہ در چشمم نہاں است

اگر خواہم کہ بینم خویشتن را، — ہمی بینم کہ جانانم عیاں است

بہ بیں در صورتم با چشمِ تحقیق — حقیقت را مجازم نردباں است

وَجُودُ الکُلُّ عِندِی فِی نِیَازِی — نمودہ ماسوا وہم و گماں است

بلائے ہستی ست ایں عالمِ آشوب — عدم شہرے ست کو دار الاماں است

اگر دانی کہ ہر شیئے ہست "لا شیٔ" — بداں کہ ہر مکاں ہم لا مکاں است

دلا! سرِّ حقیقت کس نداند — مگر صاحب دلے کو رمز داں است

نیاز ایں گفتگو از من مپندار

کہ نے گفتارِ نائے را زباں است

(۱۷)

یار ما را هر زماں نام و نشانے دیگرست — صورت و شکل ورا هر وقت شانے دیگرست

در طلسمِ خلق بر گنجِ رخش گیسوے او — هر طرف مارِ سیاهے پاسبانے دیگرست

راهِ او از طالبِ دنیائے دوں کے سر شود؟ — طیِ راهِ عشق کارِ کاردانے دیگرست

من نه تنها جانِ فانی پیشِ جاناں کرده‌ام — بر سرِ هر تارِ مویش، جاں فشانے دیگرست

از اسیران هوائے حورِ جنت نیستم — بلبلِ عشقم، مکانم آشیانے دیگرست

فارغ از سود و زیانِ دین و دنیا گشته‌ام — عاشقِ غم دیده را سود و زیانے دیگرست

دیده بر دیدارِ جاناں است ما را دمبدم — سینه‌ام مجروح هر دم از سنانے دیگرست

بندهٔ عشقم نه دارم آرزوئے نام و ننگ — آرزو بلئے چنیں کارِ کسانے دیگرست

مرغِ جانم کے فرود آید ز بستانِ ارم — مرغزارِ مرغِ جانم بوستانے دیگرست

من جهانے غیر ازیں هر دو جهاں نگزیده‌ام — خارج از هر دو جهاں ما را جهانے دیگرست

جسم و جانِ کاملاں نبود مثالِ ناقصاں — عاشقان و عارفاں را جسم و جانے دیگرست

فیضیاب از بارگاه شیخ عبدالقادرم — زیں جهت ما را براهِ فقر شانے دیگرست

سرِّ عشقش در بیانِ کس نیاید اے نیاز
ایں چنیں اسرار را شرح و بیانے دیگرست

(۱۸)

دمے که صانعِ تقدیر طینتم به سرشت — سرشت خاکِ مرا با شرابِ صافیٔ چشت

به لوحِ طالعِ هر کس نوشت کردارے — به سرنوشتِ من بنده نقشِ عشق نوشت

درونِ سینهٔ من ره به سوئے خود آراست — به راهِ کعبه رَوَم نے کلیسا و نه کنشت

به نورِ آتشِ مهرش دلم فروزاں شد — به رنگِ لعل برآمد به سوختن انگشت

ز رنج راحت و هستی گذشته در جائے — رسیده‌ام که درآں جا نه دوزخ و نه بهشت

نیازؔ را بہ مقامے کہ حق عطا فرمود
برابرست دُرِ بے بہا و ریزۂ خشت

(۱۹)

مبارک بادت اے دل! گشت بینا دیدۂ کورت
نمایاں شد بہ ہر سُو صورتِ یارِ نکو صورت

عجب کیفیتے دارد نگاہِ نازِ مخمورش
کہ در مستی و مدہوشی در آید جانِ مہجورت

قیامت غلغل و غوغاست در جوش و خروشِ تو
کہ یک سر گوشِ عالم پُر شد از ہائے و ہُوئے شورت

برآمد ہر چہ از دل بر زباں ہا فاش گو اے دل!
کہ ہشیاراں برائے بے ہُشی دارند معذورت

چو رفتی از میاں، پس خود اگفتی "انا الحق" زن
کہ شد پیوند جاں جان و دل و حالات منصورت

جواب "رَبِّ اَرِنِی" "لَنْ تَرَانِی" نشنوی ہرگز
بہ عشقِ آتشیں رُوئے بہ شد سوزانِ تن طُورت

نیاید در نگاہ تو بجز آں حسن بے رنگی
بہ ہر جانب کہ بینی، باشد آں دلدار منظورت

چو خورشیدِ حقیقت شد بروں از مطلعِ جانت
مُبدّل شد بہ روز روشنی، شبہائے دیجورت

شرابے خوردی از جامِ لبِ یارِ شکر خائے
سلامت یافت از تلخی ہجراں جان رنجورت

نہ باشد گر عبادت خالصاً لِلّٰہ اے زاہد!
بہ گو حاصل چہ باشد عاقبت زیں جنت و حورت

چہ تاب آرد حدوثِ تیرہ، بر رُوئے نیازِ دل!
فروغے از قدم پیداست اندر مشعلِ نورت

(۲۰)

رقصم از نغمۂ ترانۂ "اوست"
مستیم از مئے مغانۂ "اوست"

شعلہ زن در متاعِ جان و دلم
آتشِ حُسن صد زبانۂ "اوست"

مدتِ مستیش چہ می پرسی؟
کز ازل تا ابد زمانۂ "اوست"

آں کہ در دو جہاں نہ می گنجد
در دلِ دردمند خانۂ "اوست"

شاخ و برگ و شگوفہ و گلِ خلق
جملہ روئیدگی دانۂ "اوست"

جز خدا نیست دیگرے موجود | من و تو حیلہ و بہانۂ "اوست"
باطن و ظاہر اوّل و آخر | قبلۂ جانم آستانۂ "اوست"
خلقِ عالم، ز ماہ تا ماہی | موجۂ بحرِ بے کرانۂ "اوست"
صدفِ چشمِ دل کہ تاباں است | اثرِ گوہرِ یگانۂ "اوست"

روز و شب رشتۂ امیدِ وفا
بستۂ ہمتِ شہانۂ "اوست"

(۲۱)

حسنِ رُوئے ہر پری رُو، عکسِ حسنِ رُوئے "اوست" | رنگ و بوئے گلشنِ خوبی ز رنگ و بوئے اوست
ہر دل اندر ہر بدن، در ذکر و جستجوئے اوست | ہر زباں در ہر دہن، در فکر و گفت و گوئے او
منزلِ ہر مشرب و مذہب، سرائے کوئے اوست | انتہائے راہِ ہفتاد و دو ملت سوئے اوست
در حریم کعبہ و دیر و کلیسا و کنشت | قبلۂ جانِ جہاں طاق خم ابروئے اوست
بر لبِ ہر جوئبار و در گلستانِ وجود | رونق افزائے چمن، سروِ قدِ دلجوئے اوست
فتنۂ آشوبِ جان و شورشِ غوغائے دل | غلغل و شورِ دو عالم، ہم ز ہائے و ہوئے او

بر نیازِ دوستاں از بے نیازی شکوہ نیست
زاں کہ در خو نیستم سراپا راہ و رسم خوئے اوست

(۲۲)

جانِ عالم در کمندِ حلقۂ گیسوئے اوست | عالمِ جاں پائے بندِ پیچ و تابِ موئے اوست
شاہدِ اہلِ نظر بیں در جمالِ رُوئے اوست | قبلۂ اربابِ دل، طاق خم ابروئے اوست
آں کہ صیادِ غزالِ آں دل و جاں بودہ است | ناوک اندازِ نگاہِ دیدۂ جادوئے اوست
رہزنِ ایمان و دیں، غارتگرِ صبر و شکیب | عشوہ و ناز و ادا و غمزۂ جادوئے اوست
نے خوش آید در سرم بوئے خوشِ بستانِ دہر | سالہا شد کیں دماغم پُر مشام از بوئے اوست

پُر دلم اے دوست آں از کفر عشقت شکوہ نیست
زاں کہ اُو زنّار دارِ طرّۂ ہندوے اوست

عشقبازانِ حقیقت بے سر انداے نیاز
چوں سرِ ایں ہا زِ چوگانش بجلئے گوئے اوست

(۲۳)

ذاتِ حق خورشید و ایں اعیانِ ما را ذاتِ اوست
تابشِ ذرّاتِ ما از عکسِ اشراقاتِ اوست

از رُخِ ہر ذرّہ تاباں نُورِ خورشیدِ وے است
صورتِ اعیانِ عالم مظہر و مرآتِ اوست

ذاتِ خورشید ست فی الواقع بہر ذرّہ محیط
در صفات و ذاتِ ایں، پیدا و پنہاں ذاتِ اوست

در سحابِ نیستی تاباں ست برقِ مستیش
ظلمت آبادِ عدم روشن ز ایماضاتِ اوست

امتدادِ نقطہ اش نقشِ جہاں را نقش بست
دفترِ آفاق و نقشِ نسخۂ آیاتِ اوست

ہم وجوب، وہم قدم، ہم وصفِ امکان و حدوث
در نگاہِ دیدۂ بینا ہمہ آلاتِ اوست

مُلکِ بے چُونی و چُوں معمور ازہست اے نیاز
دمکان ولامکاں تعمیرِ عمراناتِ اوست

(۲۴)

دل دستگیرِ حلقۂ زلفِ دوتلئے اوست
جاں پائے بندِ قیدِ کمندِ ہوائے اوست

غارتگرِ قرارِ دل و رہزنِ شکیب
شوخی و ناز و غمزہ و طرز و ادائے اوست

شور و فغان و نالہ و سوز و گداز و آہ
دارد تپش بہ جان و دلم از برائے اوست

از نسخۂ طبیب نہ باشد شفائے من
دردم ہر آں کہ داد، علاجم جفائے اوست

در رشتۂ مرادِ من افتادہ صد گرہ
چشمم نگہ بہ ناخنِ مشکل کشائے اوست

ناآشنائے عالم و بیگانہ جہاں ست
اندر جہاں کسے کہ دلش آشنائے اوست

سازد بہ زیرِ سایۂ خود شاہِ دو جہاں
آں کس کہ زیرِ سایۂ بالِ ہمائے اوست

چُوں بر نیاز جرمِ وفائے تو ثابت ست

جور و جفا ہر آنچہ برو شد، سزائے اوست

(۲۵)

حسنِ جہاں ز حسنِ رخِ دلربائے اوست  آب و روانِ گلشنش از جو بہائے اوست
گہ شاخ و گاہ برگ، و گہے غنچہ، گاہ گل  بالجملہ ایں ہمہ ہمہ نشو و نمائے اوست
ہر چند ذرہ ذرہ زِ مہر ست کامیاب  تاہم بہ گردش از پئے مہر و ہوائے اوست
مَن لَم یَسَعْهُ وُسْعَةَ اَرْضٍ وَلاَسَمَا  بیت المقدسِ دلِ بے شرک، جائے اوست
ایمانِ عالم از رخِ نورانیِ وے است  کفرِ جہاں ز طرّۂ زلفِ دوتائے اوست
باشد رِ رفعِ قیدِ تعیّن ہموں خدا  آں کس کہ در احاطۂ قیدش سوائے اوست

چشمِ دلِ نیاز کہ تاباں ست چوں صدف
از آب روشنیٔ دُرِ بے بہائے اوست

(۲۶)

کسے[1] کہ سرِ نہاں است در علن ہمہ اوست  عروس خلوت و ہم شمع انجمن ہمہ اوست
ہمی صدائے بہ گوشم رساند بادِ صبا  کہ لالہ و گل و نسریں و نسترن ہمہ اوست
ز مصحفِ رخِ خوباں ہمی شود رقسم  کہ خط و خال، و رخ و زلفِ پُرشکن ہمہ اوست
ز سرِ عشق چو واقف شوی یقیں دانی  کہ قیس و لیلیٰ و شیریں و کوہکن ہمہ اوست
نظر بہ عیب مکن در طیورِ باغِ وجود  کہ طوطیانِ چمن زاغ و ہم زغن ہمہ اوست
شنیدہ ام بہ صنم خانہ از زبانِ صنم  صنم پرست و صنم ہم صنم شکن ہمہ اوست
ز سازِ مطربِ پُر سوز ایں رسیدہ بہ گوش  کہ چوب و تار و صدائے تنن تنن ہمہ اوست

---

[1] حضرت نیاز نے یہ غزل ایک مرتبہ اپنے شاگرد مصحفی کو بھی لکھ کر بھیجی تھی۔ مصحفی نے ریاض الفصحاء صفحہ ۲۳۹ میں حضرت نیاز کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت نیاز سے دلی کے زمانۂ قیام میں "میزان" پڑھی تھی۔

شنید من همه صدق است و دید من همه حق
۳م که گوش من همه او هست و چشم من همه اوست

چناں ز خویش بروں رفتم و دروں گشتم
که دیده دیدهٔ جانم به جان و تن همه اوست

اگر تو دفتر اسلام و کفر پاره کنی
یقیں شود به تو کیں شیخ و برهمن همه اوست

اگر ز قیدِ تعیّن بروں شوی چو نیاز
نظر کنی که دریں زیر پیرهن همه اوست

نیاز نیست که می گوید ایں کلام ایں دم
قسم به حق که دریں وقت در سخن همه اوست

(۲۷)

اے دیده چه اندر نظرت آمد و رفت
کز دیدنِ او یک اثرت آمد و رفت

دانم که خیالت بدُ ازاں شعلهٔ حسن
چوں برق درخشاں به سرت آمد و رفت

اے دل ز سرت رفت سیر حسنِ مجاز
صد شکر که ایں دردِ سرت آمد و رفت

اے جانِ جہاں، جانِ من زار و نزار
برلب شد و بہر نظرت آمد و رفت

ایں مُرده تنم بہر قدم بوسئ تو
گروی شد و در رہ گذرت آمد و رفت

صد حیف نه دید است گہے رُوئے مُراد
مشتاق تو چنداں به درت آمد و رفت

از آمدنت در برِ ما نیست یقینے
صد بار به گوشم خبرت آمد و رفت

اے بادِ صبا عرض کنش حالِ نیاز
باشد به خیالش اگرت آمد و رفت

(۲۸)

اے دیده نه دیدم چه برت آمد و رفت
منظورِ تو اندر نظرت آمد و رفت

از گردِ رہش سرمه نه کردی در چشم
حیف است چه کحل البصرت آمد و رفت

چوں ابر سیاه ہست تنت بر تو حجاب
آں بدر منیرت به درت آمد و رفت

اے فکر نه ای نازک و باریک خیال
ورنه به سرت مُو کمرت آمد و رفت

اے دل مگرت نیست شناسائی یار
کاندر برِ تو سیم برت آمد و رفت

دامن کہ نیازم بہ کشد سوئے تو یار
در کوچۂ من ماند اگرت آمد و رفت

(۲۹)

از عتاب تو بہ جانم چہ بلا آمد و رفت
وز جفائے تو چہا بر سرِ ما آمد و رفت

بر لبم شور و فغان و بہ دلم شورشِ عشق
نالہ و آہ بہ ہجر تو چہا آمد و رفت

بالیقیں کرد ستم پیشہ ترا، مہرِ رقیب
ورنہ صد بار خیالت بہ وفا آمد و رفت

جُز وفائے تو دلم ہیچ نہ کرد ست گناہ
کیں جفا بر سرِ اُو از تو سزا آمد و رفت

لنگ شد پائے خیالم بہ شمار راہ نیافت
سالہا داشتہ در کوئے شما آمد و رفت

عرض کن قصۂ حالِ دلِ مفتونِ نیاز
پیشِ اُو گر بہ درت بادِ صبا آمد و رفت

(۳۰)

آلا ربودن گوئے خدائی آساں نیست
بدونِ مرگ ازیں کُو رہائی آساں نیست

بہ کوئے یار ز یار فتنت نیابی راہ
اگر ز سر نہ نہی پارسائی آساں نیست

مجرّد از من و تو شو، گذر زِ بندِ دوئی
کہ حق رسیدنِ ما و شمائی آساں نیست

نخست ترکِ ہوا گیر و درنہ اے دل گام
قدم نہادنِ تو در گدائی آساں نیست

بیا بہ صیقلِ توحید، زنگِ دل بہ زدائے
بہ تارِ آئینہ چہرہ نمائی آساں نیست

وضو بہ خون جگر کن، بہ حکم مفتیِ عشق
کہ از جنابت حدثت صفائی آساں نیست

تہی ز خویش چوں نے شو، زپائے تا سرِ خود
وگرنہ بوسِ لبِ لعلِ نائی آساں نیست

بروں بیار تو خود را، ز در میان شمار
بہ ہیچ نوع دگر خود نمائی آساں نیست

ہزار گونہ بدی مُندرج بہ نیکئ نفس
ز کید و مکر و فریبش رہائی آساں نیست

بہ خاکِ نیستی اول بیا و پست بہ شو
کہ سر بلندی و رفعِ لوائی آساں نیست

صفاتِ سمع و بصر، علم را زیاد بہ گیر
وگرنہ اے دلِ ناداں سہ پائی آساں نیست
بہ کش نیاز کنوں بارِ ہستیٔ خود را
جُز ایں وسیلہ بہ گنجت رسائی آساں نیست

(۳۱)

آں کہ بر در گہش نیازِ من ست
شہ سوارِ سمندِ نازِ من ست
از ازل تا ابد بہ حسنِ قدیم
دیدہ واکردہ عشق بازِ من ست
آں کہ غارت نمود کشورِ دل
چشمِ خوں خوارِ نیزہ بازِ من ست
زینۂ معنی است صورتِ من
خود حقیقت نما مجازِ من ست
گر انا الحق زنم، بعید مداں
در حقم گفت حق کہ رازِ من ست
زاہدا کن وضو، بہ خونِ جگر
در سرت گر ہبر نیازِ من ست
درمیانِ جہانِ کہنہ وُ نو
جانِ محمود را ایازِ من ست
از صفاتِ من ست فقر و غنا
سُوئے خود باز چشم آزِ من ست
ہم چوں نَے شو، تہی ز سرتاپا
گر خیالت بہ نَے نوازِ من ست
آسمانِ بلند و پستِ زمیں
از نشیبِ من و فرازِ من ست
شمع روشن شدہ بہ نورِ دلم
سوزِ پروانہ را گدازِ من ست
حسن خود عاشق ست و خود معشوق
پرورِ نازِ خود نیازِ من ست

(۳۲)

دیدہ بازی نہ ہمیں دیدۂ حیرانم سوخت
گرمِ نظارہ چنانم کہ دل و جانم سوخت
جلوہ کردند بتاں، در حرمِ کعبۂ دل
چشمِ جادو نگہاں، مصحفِ ایمانم سوخت
شررِ آتشِ دل بود، نہ اشکِ رنگیں
کاستین من و ہم گوشۂ دامانم سوخت

وائے ناکامیٔ من از لبِ لعلت تا کے؟ — حسرت تر لبی از چشمۂ حیوانم سوخت

آہ دُودِ منِ جاں سوز بہ رُوئے نہ رسید — آتشِ عشق چرا، ہمچوں سپندانم سوخت

غمِ پُر سوزیٔ دل بود ہنوزم در پیش — کہ دگر جلوۂ نازت سروسامانم سوخت

آتشِ محرقۂ عشقِ تو، ہیچم نہ گذاشت — ہم سر دردم وہم خواہشِ درمانم سوخت

استخواں سوزیٔ مارا سببے پیدا نیست — ہاں پئے شیر دل اس جملہ نیستانم سوخت

خواستم گرمیٔ حسنِ تو بہ تحریر آرم — ہمہ تن شعلہ نمط خامۂ حسانم سوخت

گرم جوشی بہ خموشی مکن اے شاہ نیازؔ

سر بہ زانو شدنت، جان غزل خوانم سوخت

(۳۳)

مہرِ رویت نہ ہمیں دیدۂ حیرانم سوخت — گرمیٔ شعلۂ حسنِ تو دل و جانم سوخت

شمع ساں بر سرِ بزمت ہمہ عمرم می سوز — لیک یک لحظہ بہ ہجرانِ تو نتوانم سوخت

نیست انصاف کہ بزمِ تو برافروزد شمع — مہر پرور حضورت بہ ازاں دانم سوخت

دل مجموع من از غنچۂ لب بند خوش ست — ہرزہ خندیدنِ گلہائے گلستانم سوخت

من کہ پروانہ نمط سوزی و سازے دارم — غلغل و شورِ سحرگاہیٔ مرغانم سوخت

لالہ زارم جگرم رشکِ بہارِ ارم ست — نو بہارِ عجبے صحنِ گلستانم سوخت

دفترِ دعویٔ تقدیسِ ملائک یک سر — شعلۂ آتشِ عشقِ دلِ انسانم سوخت

گذرِ قافلہ ہا یک نفس آسودہ نہ ساخت — غمِ آوارگیٔ گردِ بیابانم سوخت

فلکِ افلاک بہ سیلابِ سرشکم در چرخ — بود، تا چشمِ سہیلت یم طوفانم سوخت

بلبلم در قفس و دُور زِ گلشن بہ بہار — در چمن نغمۂ مرغانِ خوش الحانم سوخت

کاروانم ہمہ بگذشت، من و تنہائی — غمِ واماندگی از قافلہ یارانم سوخت

داغ برق ست قرارِ دلِ بے تابِ نیازؔ

جان بازان گہرِ چشمِ دُر افشانم سوخت

(۳۴)

کافرِ عشق ز رسم و رہِ ایماں برگشت
محوِ نظارۂ جاناں ز دل و جاں برگشت

بسکہ از چشمِ سیہ مستِ کسے سرمستم
دلم از ذوقِ مئے ساغرِ دوراں برگشت

می تواں از دو جہاں، از دل و جاں برگشتن
نگر از عہدِ وفائے کہ نتواں برگشت

دوش از جلوۂ نازِ تو بہ صحنِ گلشن
بلبل از نالۂ دردِ گلِ خنداں برگشت

نظرِ اہلِ نظر مُنتج کشف ست و شہود
صوفی صافیم، از حجت و برہاں برگشت

قیدِ مذہب سببِ سلبِ تجرُّد تا دید
دلِ بے قید ز تر گبر و مُسلماں برگشت

ہر کہ سودائے محبت بہ سرِ زلفِ تو کرد
نقدِ جمعیتِ دل داد و پریشاں برگشت

نگہِ لطفِ تو گر سوئے نیاز آمد نیست
روزے از رنج و غم و غصّہ تواں جاں برگشت

## ردیف "د"

(۳۵)

آنچہ با بادہ کشاں ساغرِ صہبا می کرد
دُودِ چشمِ تو بہ مخمورِ دلِ ما می کرد

متنِ حُسنت کہ قضا و قدر انشا می کرد
کاش با حاشیۂ مہر، محشّا می کرد

جوشِ عشقت بہ سرم مستیٔ صہبا می داد
دلِ صد آبلہ ام، جلوۂ مینا می کرد

دیدہ می ساخت بہ ہر جائے خیالِ خالت
خالِ نادیدہ مقامش بہ سویدا می کرد

چشمِ نرگس بہ چمن راہ کہ می دید خدا
گوشِ گل آمد نہائے کہ اصغا می کرد

سحر از آمدنت غنچہ داد کہ گل
نظرِ لطف سوئے بلبلِ شیدا می کرد

صانعِ جزو و کل ایں جوہرِ فردِ دہنت
کاش می ساخت و دو بخش و بہ سخن وا می کرد

دست بیداد تو می کشت جہاں را یکسر | باز پامالیٔ ہر کشتہ کفِ پا می کرد

چرخ با ایں ہمہ بے مہری و بیدادگری | بر سرِ کشتۂ جورِ تو چہ بیجا می کرد

شد بہ قرباں کسے جان و دل و ایمانم | کہ مدام از سرِ الطاف تقاضا می کرد

گر شود جلوہ گر اندر نظرش یار نیازؔ
یوسفِؑ مصر کند، آنچہ زلیخا می کرد

(۳۶)

دل من آنچہ زِ اغیار تمنا می کرد | شب در آئینۂ خود صاف تماشا می کرد

اندرونِ حرم و دیر و کلیسا و کنشت | ہر کہ می جست ترا، وائے چہ بیجا می کرد

شیشۂ بود دلم، یا کہ طلسمِ حیرت؟ | کہ بہ تمثالِ پری جلوہ گری ہا می کرد

عین دریاست حبابم، بہ نگاہِ تحقیق | ورنہ ایں قطرہ چرا شورشِ دریا می کرد

کمیٔ قدرم و افزونیٔ جاہش باہم | ہر یکے حکمتِ تکریر مثنّٰی می کرد

حاصلِ غیرتِ من بود، پریشانیٔ دل | ناخنِ شانۂ زلفت، چو گرہ وا می کرد

دلِ من ہمچو سپنداں بر سرِ آتشِ عشق | در حضورِ نظرش لب بہ دعا وا می کرد

در برم آبلۂ بود پُر از خونابے | محتسب بے سبب ایں شورش و غوغا می کرد

لب مئے گونِ تو می ساخت مرا مستِ "الست" | ساغرِ چشمِ تو سرمستیٔ صہبا می کرد

قوتِ شاہِ نجفؑ بیں، کہ بہ یک نیم نگاہ | می کند آنچہ بصد فکر مسیحا می کرد

اے نیازؔ ایں ہمہ اعجازِ کسے می گویم
کہ حقش یاد بہ "مُزَمِّلُ و طٰہٰ"[۱] می کرد

---

[۱] سورۂ مزمل و سورۂ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرمؐ کو "مزمل و طٰہٰ" کے القاب سے خطاب کیا ہے۔ مرتب

(۳۷)

اے کاش کہ ز تلخیٔ ہجرم رہا کنند
وز شربتِ وصال بہ دردم دوا کنند

از پروری و نوازش بعید نیست
شاہاں اگر نگاہ بہ سُوئے گدا کنند

آناں کہ زیر سایۂ حیرت مقام شاں ست
در دل چرا تخیّلِ بالِ ہُما کنند ؟

شوریدگانِ حسن و جمالِ جلالِ یار
تسکینِ دل بہ مُلکِ دو عالم کُجا کنند ؟

دیوانگاں و بادیہ پیمائے عشقِ اُو
ہفت آسماں بہ چشم زدن زیرِ پا کنند

آں چشم التفات کہ بر حالِ دیگراں ست
آیا بُوَد کہ عُشرِ عشیرش بہ ما کنند

برگشتگانِ چشم و اسیرانِ دامِ زلف
غورے بر اوستادِ نگاہِ حیا کنند

مارا "برو برو" دگراں را "بیا بیا"
بر ما جفا و جور، بر آنہا وفا کنند

در رشتۂ مرادِ من، افتاد صد گرہ
با ناخنِ مژہ مگر ایں عُقدہ وا کنند

جاناں بہ سُوئے اہلِ نیازت گذار کن
تا جان و دل نثار فدائے دُعا کنند

(۳۸)

بسنت آمدہ، گلدستۂ بہار آورد
نشاطِ خرّمی آمادہ در کنار آورد

ترانہ ہائے طرب، نغمہ ہائے جاں افزا
رباب و عُود و دف و چنگ را بکار آورد

فزود مستی و جوش و خروشِ مستاں را
ہوائے نشّہ با شیخان ہوشیار آورد

جفا کشانِ خزاں را خوشی مبارک باد
بہار آمد و گلہا بہ شاخسار آورد

شگفت غنچۂ دل از ہوائے فصلِ بہار
نہالِ خاطرِ بیخ بستہ، برگ و بار آورد

رسید بادِ صبا سُوئے بلبلِ مضطر
قدومِ موسمِ گُل گفت و در قرار آورد

حضورِ خسروِ ہندوستاں نظام الدین رح
نیاز جان و دلِ خویش را نثار آورد

(۳۹)

وائے بر غلطیدۂ در خوں کہ قاتل بگذرد
اُو چناں ماند چناں، ویں ہمچو غافل بگذرد

شستہ ام دستانِ خود از زندگی در بیدلی
کار بر جاں می فتد، چوں نوبت از دل بگذرد

جز دمِ شمشیر و نوکِ تیر آں خوں خوار کیست؟
محرم دردے کہ آں بر جانِ بسمل بگذرد

نوبتم در ناتوانی، تا بہ ایں حد سر کشید
آہ را ہم، زورِ بازو، نے کہ از دل بگذرد

ہمچو طوفان ست پیدا، از سرشکِ اشکِ من
می نہ بینم کشتیم، بر روئے ساحل بگذرد

عاشقاں را غم عجب مونس بہ درست افتادہ است
غم اگر مونس نہ باشد سخت مشکل بگذرد

داشتم دل یادگارِ یار، آں ہم باز بُرد
کیست یارِ جانِ من، یا رب اگر دل بگذرد؟

در غمِ جاناں بیا، با ما نشیں، اے عندلیب
کیں حیاتِ چند روزہ حال شامل بگذرد

اہلِ دل گویند ما را "آفریں باد، اے نیاز"
ایں نیازم گر نیازِ اُو مقابل بگذرد

(۴۰)

گر شبے آں ماہ تابانے بہ محفل بگذرد
خیریت بر شمع، و بر پروانہ مشکل بگذرد

آں کہ اُو دل دارد، از وے حالتِ بے دل بپرس
دردِ بے دل را کسے داند، کز و دل بگذرد

عاشقاں را سوئے جاناں عشق رہبر کامل ست
عاشق از صادق بُود منزل بہ منزل بگذرد

آرزویم جز تماشائے جمالِ یار نیست
نیست امکاں ایں کہ در دل وہم باطل بگذرد

فکرِ بہبودی عبث در خاطرت داری نیاز
کے تواند بہ شدن، زخمی کہ از دل بگذرد

(۴۱)

صورتم پست ست لیکن معنئے دارم بلند
باطنم آزاد مطلق، ظاہرم در قید و بند

راہِ حق سر کردن آساں نیست، جز رفتن ز سر
اندریں رہ باید اے دل ہمتِ مشکل پسند

نیست جز ہستیِ حق، پیدا و پنہاں در وجود — چشمِ دل بکشا و بنگر، بے حجاب اے ہوشمند

باطن و ظاہر خود او ہست، اوّل و آخر خود او — برتر از چند ست و چوں، ہم جلوہ گرد و چون و چند

ہم خود او شیخ و برہمن، ہمخود او دیر و حرم — ہم خود او خلد ست و رضواں، ہمخود او نار و گزند

ہم خود او مستِ مئے و میخانہ، ہم ساقی خود ست — ہم خود او مُلّا و واعظ، گر مجوشِ وعظ و پند

ہم خود او معشوق و عاشق، ہمخود او حسن ست و عشق — ہم خود او معبود و عابد، در نگاہِ ہوشمند

ہم خود او اندر تماشائے جمالِ خود بہ وجد — ہم خود اندر آتشِ عشق ست سوزاں چوں سپند

ہم خود او مستغرقِ دریائے بے رنگیٔ خویش — ہم خود آمد از پئے انکار بر خود ریشخند

ہم ز خود محجوب گشت و خود ز خود پنہاں شدہ — خود نقابِ خود درید و بر روئے خود، خود را فگند

خویش را حق داں، و حق بیں، تا شوی حق عاقبت — طالبِ حق را نشاں دادم، ز راہِ حق پسند

نکتۂ تحقیق بشنو از نیازِ بے نیاز
کیں ہمہ نقشِ دو عالم نیست اِلّا نقشِ بند

(۴۲)

دارم اے عشق ز تو منتِ احسانے چند — مشکلے چند مرا کردہ ای آسانے چند

ہر کہ دل بند تو شد، گشت ز ہر بند آزاد — خوار و ویراں شدہ، در عہدِ تو زندانے چند

بہ گدائیِ درت، شاہیٔ عالم چہ کنم؟ — تاج بخشانِ جہانند، گدایانے چند

چشمِ دُر ریز، مدامم بہ کجا، ابر کجا؟ — آں ہمہ کانِ دُر ایں قطرہ بارانے چند

فیضِ دریا دلیِ دیدۂ دُر بارِ من ست — جیبِ قلزم شدہ، بر گوہر غلطانے چند

اثرِ حضرتِ عشق است کہ دارم در دل — لالہ زارے عجبے رنگِ گلستانے چند

غزلے شستہ و ہم رفتہ دگر گوئے نیاز
کہ بخوانند و ستانید غزل خوانے چند

(۴۳)

نیست تنہا بہ غمت نالہ و افغانے چند — دارم از سوزِ دروں بہر تو بُرہانے چند

می بر آید شررے از بُنِ ہر موئے تنم — تا فلک رفت سر شعلۂ نیرانے چند

اشک رنگینم ازاں جائے بہ چشم دارد — کہ نثارِ سر تست، ایں دُر و مرجانے چند

ناتوانی بہ نظر غیر تو ناید در چشم — صفِ مژگاں ست مرا حاجب و دربانے چند

غمزہ و طرز ادا عشوہ ناز و شوخی — دل برے را چہ فراکردہ سامانے چند

نیست نرگس بہ مزارم کہ ز رُوئے حسرت — خاکم آورد بروں، دیدۂ حیرانے چند

غزلے تازہ دگر گو بہ ہمیں طرز نیاز
کہ بہ شنوند و بر قصیدہ سخن دانے چند

(۴۴)

نیست در کوئے تو تنہا سر قربانے چند — فرش پایت ہمہ جا، مردم انسانے چند

استخوانم شدہ از سوزِ دروں خاکستر — شعلہ زد آتشِ عشقت بہ نیستانے چند

اثرِ الفتِ زلف ست، پریشانئ دل — چوں پریشاں نہ شود یار پریشانے چند؟

نیست آئینہ بہ رُویت متحیر تنہا — صف زدہ ہر طرفت، دیدۂ حیرانے چند

فیضِ محبوبِ الٰہی ست کہ در خطۂ ہند — خسروان دو جہاں اند گدایانے چند

نہ زیاں ست کہ جانم بہ نیازش برود
می دہد در تنِ من ہر نگہش جانے چند

## ردیف "ر"

(۴۵)

ستم گرا سر نعشم گذر، دریغ مدار — نیاز کشتۂ خود یک نظر دریغ مدار

فسانہ ایست مطوّل تطاولِ زلفت — سماع مختصرے زاں سمر دریغ مدار
گرفت عاشقِ عشقت ز فرق تا بہ قدم — ز آب پاشیت اے چشمِ تر دریغ مدار
اگرچہ لطف جوابم امید نیست ز یار — بلاغ نامہ ام اے نامہ بر دریغ مدار
اگرچہ صید زبونم، ولیکن اے صیاد — گرفتنم پئے صیدِ دگر دریغ مدار
نہ بود بے خبر از خویشتن مرا خبرت — خبر ز حالِ من بے خبر دریغ مدار
بہ ظلمتِ شبِ زلفت، بہ غبغب افتادہ — ز جلوہ رُخِ رشکِ قمر دریغ مدار
بہارِ داغِ دلم، رشکِ گلشنِ ارم ست — پری رُخا سیر باغم گذر دریغ مدار
ہنوز قابلِ پیوند چاکِ جیبت نیست — ز دستِ کاریِ خود بخیہ گر دریغ مدار
شکیب و تاب و تواں ہمرہ دلم رفت ست — تو نیز بے دل و جانم سفر دریغ مدار

نیاز داری اگر آرزوئے دولتِ فقر
ز صرفِ ما حضرت تا بہ سر دریغ مدار

(۴۶)

دارد دلِ دیوانہ ام، سودائے لیلائے دگر — مجنوں ز طبع و چشمِ خود، بگزید صحرائے دگر
در ہر نظر بنمایدم، طرزِ دگر حسنِ بتم — ہر لحظہ بینم جلوہٴ، ہر دم تماشائے دگر
چوں من ز سر تا پائے خود، حرفِ تمنائیش شدم — ہیچم نہ ماندہ تا زنم، حرفِ تمنائے دگر
نارفتہ رہ یک قدم، طے مراحل کردہ ام — نادادہ جائے خود ز دست، آسودہ ام جائے دگر
در ہر شکست و ریختن مستحکمی شد حاصلم — در ہر بر افتادن زپا، دریافتم جائے دگر

در حالتِ نزعِ نیاز اے یارِ جاں بخشم بیا
بہتر نباشد زیں علاج، ایں دم مداوائے دگر

(۴۷)

می کند با من دلم ہر لحظہ اظہارے دگر — از درونم می زند سر ہر دم اسرارے دگر

بلبلِ دستاں سرائے جانِ ما، در ہر نوا
می دہد ما را نشاں، از سیرِ گلزارے دگر

می نماید ہر زمانم محرمِ اسرارِ غیب
یارِ من با طرزِ نو در رنگ گفتارے دگر

حسن دیگر می شود، در ہر نگاہم جلوہ گر
می کند ہر دم تماشائے رُخِ یارے دگر

کے شود قانع بہ مہر و ماہ رویانِ جہاں؟
چوں کہ ایں ہا قطرہ آند از بحرِ زخّارے دگر

"رَبِّ اَرِنِی" می سراید مُوسیٔ ہر موئے من
می دہد در ہر تجلّی جلوہ دیدارے دگر

چشمِ عالم بیں چہ تاب آرد بہ خورشیدِ رُخش
دیدنِ رُویش بُود، مقدورِ ابصارے دگر

عشق بازانِ حقیقت راست از سر تا قدم
راہ و رسمِ دیگر و، اوضاع و اطوارے دگر

علمِ رسمی در کنار انداز، وگیر از دل سبق
نکتۂ عشقت کند حل بحث و تکرارے دگر

ہستم از صبحِ ازل در مستیٔ جوش و خروش
خوردہ ام من جامِ مے از دستِ خمّارے دگر

اے نیاز از جوشِ مستی یک دمے فارغ نیم
نیست جُز ہا ہُوئے شورم تا ابد کارے دگر

## ردیف "ش"

(۴۸)

ہر چہ از سحر و فسوں اندر جہاں می بینمش
جادوئے چشمانِ فتّانِ بتاں می بینمش

نیست پروائے دلم را غیرِ پروائے بتاں
فارغ از سُود و زیانِ دو جہاں می بینمش

جنت المأویٰ دلِ کُوئے بُتاں دانستہ ام
زاں جہت مستغنی از حورِ جناں می بینمش

در ازل شغلِ دلم عشقِ بتاں می بودہ است
زیں سبب روز و شب اندر کارِ آں می بینمش

طالبا برخیز، در رَو، چوں سایہ، ہمراہِ نیاز
زاں کہ در راہِ حقیقت خوش رواں می بینمش

(۴۹)

زاں کہ او صبح ست، از روئے بتاں می بینمش
ونچہ او شام ست، از موئے بتاں می بینمش

ہر چہ از سحر و فسوں آید پدید، اندر جہاں
غمزۂ چشمانِ جادوئے بتاں می بینمش

دل بہ امیدے کہ گاہے دست بر دامن زند
در تہِ خاکِ رہِ کوئے بتاں می بینمش

جاں بہ قالب تنگ گشت، و تا بلبہا آمدہ
دل ہنوز اندر پئے جوئے بتاں می بینمش

آگہی کے باشدش، از شور و غوغائے جہاں؟
روز و شب در شور ہا ہوئے بتاں می بینمش

چوں نباشد ایں دماغم، بے دماغ از بوئے گل
پُر دماغ از بوئے گیسوئے بتاں می بینمش

نیتِ سجدہ بہ سوئے کعبہ چوں آرم بہ دل؟
سر نہادہ سوئے ابروئے بتاں می بینمش

دیر را دانم حرم، در پائے بت سر آورم
زاں کہ وجہ اللہ خود روئے بتاں می بینمش

بت پرستی کے گذارم، ناصحا منعم مکن
آنچہ می خوانیش حق سوئے بتاں می بینمش

زاہدا نامِ صنم گیر از ادب پیشِ نیاز
چوں کہ از قومِ دعا گوئے بتاں می بینمش

(۵۰)

آنکہ بُد سِرِّ نہاں، نور عیاں می بینمش
ہم ز عالم برتر و ہم عینِ آں می بینمش

در مقامِ ذاتِ خود، نام و نشاں چیزے نداشت
باز در اسم و صفت نام و نشاں می بینمش

رتبہ اش عالی ست از بودن دریں کون و مکاں
بو العجب ہستم، کہ ہم در ہر مکاں می بینمش

در تماشائے جہاں چوں دل نہاد از خلوتش
گرد گردِ ایں و آں، خود ایں و آں می بینمش

گاہ صاحب ہوش عاقل واعظ و عالم شود
گاہ مست اندر سیرِ پیرِ مغاں می بینمش

گاہ با ناز و ادایش، شوخ و شنگ و دل ربا
در لباسِ گل رخاں خوش نوجواں می بینمش

گاہ بسمل، نیم جاں، مجروحِ شمشیرِ بتاں
شکلِ زارِ عاشقاں، بس ناتواں می بینمش

گرچہ پوشد کسوتِ بسیار در رنگِ ہزار
لیک من او را ہمو یک دانم ہماں می بینمش

دل کہ بُود اندر تنم، پُر از نیاز از درد و غم
گم شد اندر عشقِ بے نام و نشاں می بینمش

(۵۱)

مست گشتم از دو چشمِ ساقیٔ پیمانہ پوش
الفراق اے ننگ و ناموس، الوداع اے عقل و ہوش

یا رب ایں چشم ست، یا جادو ست، کز کیفیتش
ہمچو دریائے محیط ایں قطرہ ام آید بہ جوش

شد تنم ہم رنگ با جاں، جانِ تن ہم رنگ شد
می رسد ہر جا کہ خواہد، جان تن خانہ بدوش

گفتمش اے جانِ من ہم جان و ہم تن خود توئی
گفت فی الواقع و بے در سرِّ ایں اسرار کوش

نیست اندر اختیارم، ضبطِ حالت چوں کنم؟
می بر آید از درونم، "می خروش و می خروش"

دی بُدم من شیخِ دیں، و سبحہ خواں مسجد نشیں
ہستم اکنوں بت پرست و کافرِ زنار پوش

زہد و تقویٰ در فگندم، زیرِ پائے آں صنم
نہ ہمیں عشق ست ویرانی، ہنر ہم از من بنوش

زاہدا بشنو خدارا، آنچہ می گویم ترا
زہد بے معنی گذارد، جامِ عشق از من بنوش

خدمتِ پیرِ مغاں بر خود گرفتم فرضِ عین
کمتریں از بندگانِ بندہ ام حلقہ بہ گوش

بر درِ میخانہ بنشستم بہ صد عجز و نیاز
گشتہ ام از بہرِ یک دو جامِ مئے طاعت فروش

عالمے پُر شورشِ ست از غلغل و شورت نیاز
یک دمے اے یارِ من از ہائے ہُو بس کُن خموش

# ردیف "ق"

(۵۲)

پرتوِ مہرِ قدیم ست ایں مہِ تابانِ عشق
جلوۂ نورِ کلیم ست آتشِ سوزانِ عشق

دُودِ آہِ سرکشی، از سینۂ سوزانِ من
مدِّ بسم اللہ باشد، بر سرِ دیوانِ عشق

عاشقاں در بینوائی خسروی ہا می کنند
شاہیٔ کونین دارد، بے سر و سامانِ عشق

شمع و پروانه بهم دارند ربطِ عاشقی     نیک تجدیدیم سوزِ هر دو در میزانِ عشق

در حریمِ وصلِ جانان، در نهادم چون قدم     هستیم وا کرد بیرون از درش دربانِ عشق

صبرِ دل، هوشِ سرم، چون طاقتِ مهمان نداشت     خود برفت و خانه را بگذاشت با مهمانِ عشق

دارد آزادی نه تقییداتِ وهمی بے گماں     هر که دارد پائے در زنجیر، در زندانِ عشق

کافرِ عشقم مپرس از دینِ من اے همنشیں     عشق اسلام است و دیں، در ملکِ کفرستانِ عشق

فارغ از رسم و رهِ گبر و مسلماں ساخته     مرحبا صد مرحبا بر لطف و بر احسانِ عشق

کشتهٔ شمشیرِ عشق از مرگ باشد در اماں     زندهٔ جاوید باشد مردهٔ بے جانِ عشق

لَیسَ فِی شَوقِ الحَقِیقَةِ مِن مَتَاعٍ غَیرِ حَقٍّ     لَیسَ مِن دُونِ الفَنَا جِنسٌ عَلَی الدُّکَّانِ عشق

لطفِ سرِّ عشق بازی از منِ بے سر مپرس     کاندریں میداں سرش، گوئے است از چوگانِ عشق

در نگاهِ موشگافِ دیدهٔ اهلِ نظر     در پسِ هر پرده دارد جلوه جانانِ عشق

چشمِ ادراکِ خرد را بهره نبود نیاز
از تماشائے که بیند دیدهٔ حیرانِ عشق

(۵۳)

باز بر تختِ دلم شد جلوه گر سلطانِ عشق     سوخت رختِ هستیم از آتشِ سوزانِ عشق

بعد و همه سر کند در یک قدم برداشتن     طرفه طفره دارد ایں جولانیِ یکرانِ عشق

جوششِ دریائے عشق است ایں جهان و آں جهاں     گنبدِ گردوں حبابے باشد از عمّانِ عشق

یک نمود ایں کثرتِ وهمے به یک دو کردهم     بوالعجب ماندم ز کارِ خنجرِ بُرّانِ عشق

گرچه یک آسانِ عشق، آسان کند صد مشکلم     لیک مشکل‌تر ز صد مشکل بُوَد آسانِ عشق

آبِ حیواں مرگ باشد، در مذاقِ عاشقاں     زندهٔ جاوید هستند ایں کساں از جانِ عشق

زاهدا بینی اگر بینائی را داری هوس     هاں بکش در دیده کحلِ خاکِ اصفاهانِ عشق

ملت و آئینِ عشق از جمله ملتها نکوست     زیں جهت راه می‌روم بر جادهٔ یارانِ عشق

چوں زلیخا من اسیرِ یوسفِ مصری نیَم — در نظر دارم ہزاراں یوسفِ کنعانِ عشق
نے بہ وصلِ آرامِ جاں نے در فراقش دلبری — از کہ جوئیم چارۂ ایں دردِ بے درمانِ عشق

اے نیازؔ از گفتگوئے ایں و آں بس کن خموش
محو شد اندر تماشائے رُخِ جانانِ عشق

# ردیف "ل"

(۵۴)

جلوہ گاہِ ذات ہیں در نظر ایوانِ دل — عرشِ سلطانِ وجوب ایں کرسئ امکانِ دل
گنبدِ گردونِ عالم از حبابے بیش نیست — کو نمودار آمدہ از بحرِ بے پایانِ دل
دید چوں میدانِ دل برہان و سلّم نقص یافت — نتیج عکسِ قیاس ست حجت و برہانِ دل
چوں زلیخا کئے شوم من مبتلائے یوسفے؟ — صد ہزاراں یوسفِ مصری ست در کنعانِ دل
در جنابِ دل بہ صدقِ جاں ہمی دارم امید — تا ابد باشد ہمیں ساں دستِ من دامانِ دل

از بیانِ ایں و آں خاموش منشیں اے نیازؔ
باش مستغرق بہ دیدارِ رُخِ جانانِ دل

# ردیف "م"

(۵۴)

در راہِ حق اندیشی می پویم و می رقصم — دست از خودی و خویشی می شویم و می رقصم
جامے ز مئے باقی، از دستِ خوشِ ساقی — با کثرتِ مشتاقی می جویم و می رقصم
از جامہ جسمانی، زاں یوسفِ لاثانی — بوئے خوشِ رُوحانی می بویم و می رقصم
گہہ گریم، و گہہ خندم، گہہ دست زنم، گہہ پا — از مستی و جوش اندر ہا ہُو یم و می رقصم

در شوقِ جمالِ او، یکدل شدهٔ یک رو
«لَا وَاحِدَ اِلَّا هُو» می گویم و می رقصم

در راه شد و آمد، مانندِ دمم بے عد
هم سبزه نمط بیحد می رویم و می رقصم

چوں رفت نیازؔ از خود، از کون و مکاں بر شد
زد نعره که من بیخود، خود اویم و می رقصم

(۵۶)

دمے نظارہ رُوئے توئے یار آرزو دارم
بروں آ، از سراپردہ، کہ بسیار آرزو دارم

خیالِ زُلفِ آں بُت رستہ ام از کفر و دیں بشکست
نہ من تسبیح میخواہم، نہ زنّار آرزو دارم

مگر گردیدہ ام گردِ تو، اندر خوابِ آسائش
کہ من سرگشتگی چوں خطِ پرکار آرزو دارم

بہ سہلے از نگاہت می شود ہر مشکل آساں
بانصاف آ، ز نظر سازی، بہ دشوار آرزو دارم

حضورِ خویش یا دم گیر آں گہ مہر کن با قہر
بہ ہر گونہ بہ دیدارِ تو یک بار آرزو دارم

دلم دانا، دبیرے، میرزادے، کوہ تمکینے ست
بایں جنسِ گرانمایہ، خریدار آرزو دارم

نیازؔ ایں شیوہ را بد تر ز مرگِ خویش می دانم
کہ دردِ یار را درماں ز اغیار آرزو دارم

(۵۷)

نہ انکارم ز اغیار ست نے یار آرزو دارم
خداوندا دلِ بے شغل و بے کار آرزو دارم

چو بر مرکز نشستم، یافتم جائے مقامِ خود
دلا گردش چرا، بر شکلِ پرکار آرزو دارم

شبِ بختِ سیہ را، صبح از مہرِ تو میخواہم
کشودِ کارِ آسانے ز دشوار آرزو دارم

ز قیدِ کفر و دیں عشقم، اگر آزادی بخشد
شدم کافر اگر تسبیح و زنّار آرزو دارم

مقامِ تختِ دل میخواہم از چشمِ سرِ مژگاں
کہ ایں مقصودِ خود را بر سرِ دار آرزو دارم

نگاہِ اندکِ مہرے بہ فرما بر دلِ زارم
اگر انصاف فرمائی، چہ بسیار آرزو دارم

بہ دورِ زندگی یک لحظہ آسائش نمی بینم
ز فیضِ عامِ تو اے مرگ نہار آرزو دارم

نیاز از رتبهٔ عقل و خرد هرگز مپرس از من
که هردم مستیے از چشمِ سرشار آرزو دارم

(۵۸)

ما جانِ خود به دلبرِ جانانه داده ایم
آتش ز روئے شمع به پروانه داده ایم

در بوسِ ما به پات، نه وهم تلوّن ست
جاناں بحق که بوسهٔ پا کانه داده ایم

از ما گره گشادِ دلِ مو به موئے یار
سوگند زلفِ او به توائے شانه داده ایم

حرمانِ ما به دَورِ تو ساقی برائے چیست؟
در قیمت مئے تو دل آیا نه داده ایم؟

تا چند خستگیٔ دغریبی و بے کسی ست؟
دستِ طلب به دستِ کریمانه داده ایم؟

زاهد طمع مدار زما، پلئے بوسِ خویش
بوسِ نیاز بر لبِ پیمانه داده ایم

احرام بستنم به حرم کے سزد نیاز
ایمان و دل به کافر بتخانه داده ایم

(۵۹)

هوائے سیرِ گُل دیدن نه دارم
چو بلبل ذوقِ نالیدن نه دارم

زداغستان دل باغ و بهارم
دگر پروائے گل چیدن نه دارم

ز بوئے زلف، بے آهوئے جاناں
دماغِ مشک بوئیدن نه دارم

خدارا بر سرِ بالینم آ، یار
که من یارائے جنبیدن نه دارم

چه دیدن نرگس از عالم پس از مرگ
به خود جز حسرتِ دیدن نه دارم

زخود رفتم، چو پُرسیدی ز حالم
خبر از لطفِ پرسیدن نه دارم

اگر در کاهشم، قدرت فزوں ست
نه جانت هیچ کاهیدن نه دارم

شبے روزے نه شد جز خواب بختم
که هم در خواب خوابیدن نه دارم

مکن تکلیفِ دام و دانه صیاد!
پر و بازوئے پریدن نه دارم

بهارم بے بهارے و خزاں ست ‏ ‏ ز گل چیں خوفِ گل چیدن نه دارم

نیاز اندر سخن سنجی منم هیچ
ولیکن عیب دزدیدن نه دارم

(٦٠)

زِ روئے حسرتِ دیدن نه دارم ‏ ‏ زِ باغِ بارِ گل چیدن نه دارم

بهارِ سینه ام رشکِ چمن هاست ‏ ‏ به داغستاں چها دیدن نه دارم

خروش و جوش نالیدن مرا نیست ‏ ‏ دماغے را خراشیدن نه دارم

منم پروانه و هم شمع و هم سوز ‏ ‏ به گردِ غیر گردیدن نه دارم

نگه آسا رَوَم بر اَوج افلاک ‏ ‏ زِ جائے خویش جنبیدن نه دارم

دلے دارم، به رنگِ غنچه لب بند ‏ ‏ چو گُل بیهوده خندیدن نه دارم

به گردِ خود همی گردم، چو گردوں ‏ ‏ بروں از خود خرامیدن نه دارم

زِ خورشیدم درخشاں جمله ذرات ‏ ‏ به خود حرفِ درخشیدن نه دارم

من آں مهرم، که بے رنگی ست تابم ‏ ‏ به رنگِ ذره تابیدن نه دارم

محیطِ عالَم و مرکز نشینم ‏ ‏ خطر از دست لغزیدن نه دارم

نیاز از من مپُرس ایں دَم دگر هیچ
دماغِ هیچ پرسیدن نه دارم

(٦١)

الا یا ایها الساقی بده جام مئے نابم ‏ ‏ که افگندست هُشیاریے، بلا در پیچ و در تابم

نه دارم آرزوئے علم و فضلِ دو جهاں در دل ‏ ‏ همینم بس بُود گر خود زمانے بیخودی یابم

مده تکلیفِ علمِ رسمیم، اے عالمِ حالم ‏ ‏ پریشاں حالیم، رُومی دبد از درس یا ابوابم

مُطلّق کرده ام من زوجهٔ کونین را از دم ‏ ‏ که با مهرت قبولم اتفاق افتادائے جانم

شود این چارۂ خاکم، چو اکسیر آتشِ عشقت
چہ طرز قائم اندازم، بیا، بنگر بہ سیمابم

بوقتِ نوجوانی حالِ پیری شد بمن طاری
غمِ ہجرانِ جانانم بہ شیب انداختہ شابم

چہ نگرانی و حیرانی ست بر چشمم، بہ بیں یارب
نمی آید خیالِ خواب شب ہم در شبِ خوابم

چہ طوفاں خیز اشک ست این رواں از چشمِ خونبارم؟
کہ می ترسم زِ غرقِ عالم، اندر موجِ سیلابم

تو صد گونہ جفا و جور بر من می کنی جاناں
بہ جز عجز و نیازم نیست، دیگر شیوہ و دابم

(۶۲)

جاناں بر غمِ روئے تو، اندر تب و تابم
سوزاں جگرم، آہ کشم، دیدہ پُر آبم

چشمِ تو ربودست زِ من ہوش و حواسم
بے تابم، و بے طاقت، و ہم بے خور و خوابم

اے ساقیٔ سرشار، بہ بیں سوئے منِ زار
در آتشِ غم سوختہ ام، تحفہ کبابم

گر حالِ دلِ خستہ بہ پرسی ز سرِ لطف
ناید ز زباں، حرف بجز، آہ، جوابم

زنار بہ دوشم، بہ دہد زلفِ تو مارا
روئے تو کند راہ بری سوئے صوابم

مارا بہ کتابے، دگرے چیست حوالہ
دل در برِ خود دارم، و ایں ست کتابم

بر عجز و نیازم نظرے لطف و کرم کن
بیخود ز خودم ساز و بہ نوشاں مئے نابم

(۶۳)

ز جادوئے نگاہِ دیدۂ آں یارِ مخمورم
خرد گم کردہ و دیوانہ و مجنون و مسحورم

بگوشم چوں در آمد از لبِ شیرینش آوازے
شدم مستِ الست، و در بلا افغانم و شورم

اگر پایم بہ جائے سر، دگر سر جائے پا افتد
ز مدہوشی و سرمستی، خود معذور و مجبورم

بسوئے کوئے او پویم، جمالِ روئے او جویم
چہ کارم آید اے جاناں، دہن از جنت و حورم

گدائے بینوایم ساز و برگم خوش نمی آید
کلاہے بے سرے بر سر بہ است از تاج فغفورم

دو نیم کرد تیغِ ابرویش، در طرفة العینے    بحمد اللہ شہید اگیرم و ماجور و مغفورم

مقامم اے نیاز اندر جہاں ہر کس نمی داند

فرید دہر و شمس وقتم و ہم رنگ منصورم

(۶۴)

بطونِ حق مبطن داں، بجانِ جان پنہانم    ظہورش آشکارا ہیں بہ روئے روئے اعلانم

فروغِ مشعلِ نورِ قدم کردست تابانم    چہ تاب آرد حدوثِ تیرہ با شمعِ شبستانم

مقدس طینتم، عالی نژادم، ایں قدر دانم    کہ بنماید گل و لائے فنا آلودہ دامانم

زہر تشنگاں آبے، برائے مردگاں جانم    علاجِ علتِ زحمت، شفائے دردمندانم

بود کحل البصر در دیدۂ نظارہ دو عالم    غبار و گردِ پائے خاکِ آدم، خیر انسانم

بہائے نہ عرض ذاتم جواہر خمسہ را جوہر    کہ خود اصل الاصول استم و رکنِ جملہ ارکانم

برول آمد ز بحرِ ذاتِ من، صد گوہرِ فرد و جاں    ولے آدم دُرِ یکتا ست، زاں دریائے عمانم

خور و مہ روز و شب حیراں بہ شوقِ دیدنم گریاں    بہ گردم چرخ با صد جاں بلا گرداں و قربانم

نہ کافر گفتنم باید، نہ مومن خواندنم شاید    کسے نے در بندِ کفر استم، نہ اندر قید ایمانم

نہ قید بند دنیا یم، نہ بندِ قیدِ بالایم    جز این و آں بود جانم، نہ دراینم نہ در آنم

نمودِ جان و تن در من، نباشد جز خیال و ظن    نہ جاں میدارم و نے تن، کہ من خود جانِ جانانم

نشان تازہ می گردم، عیاں از کمینِ عیبم    نمی یابند اہلِ دم بہ [illegible] ہر یک نشانم

نیاز و عجز و بیتابی، اگر یابی دمے در من    بہ بینی بر سرِ ناز و غنا اندر دگر آنم

جہاں پر غلغل و شور ہست از گفتار شیرینم    کجا یابی سخن گو، چوں لبِ لعلِ شکر دانم

بہ میدانِ حقیقت، تا سرِ خود را نہ در بازی    نیابی یک سرِ مو راز و سرِ گوئے و چوگانم

رہِ ناز و نیازِ من نمی یابند گمراہاں

نمی بینند خفاشاں رخِ خورشیدِ عرفانم

## (٦٥)

در آمد بر سرم ناگہ شبِ آں شمعِ شبستانم
زد آتش در پر و بالِ دلِ پروانۂ جانم

نہاد اندر نہادم آتشِ حسنش چناں آتش
کہ از سر تا قدم یکسر برنگِ شعلہ سوزانم

خبر از خویشتن یک لحظہ یک ساعت نمی دارم
چناں محوِ خیال و جلوۂ جاں بخشِ جانانم

مثالِ برق بر من بر فتاد و از برم بگذشت
تن و جاں سوخت و رفت از برم اے وائے بحرانم

نہ خوابم ماندہ نے راحت، نہ تابم ماندہ نے طاقت
نہ تقوی ماندہ نے طاعت، نہ دیں ماند و نہ ایمانم

جنوں در جانِ من پیدا، قیامت بر سرم برپا
بہ دل اندوہ ما مہیا، عجب سازست و سامانم

چہ وحشت ہا ادایں سودا بمن یارب بدیں وسعت
جہاں از عرش تا فرش آمدہ، ہمرنگِ زندانم

جنونم پردہ در شد، پنجۂ زورش چہ گویم من
کہ تا پایانِ دامن شد ہمہ چاکِ گریبانم

نمی ترسم من اے واعظ، ز ہولِ آتشِ دوزخ
کہ صد چندست از وے گرمیِ جاں سوزِ ہجرانم

گذارِ کاروانِ لختِ دل، راہِ ترے افتاد
کہ ہر دم می چکد قطراتِ خوں، از چشمِ گریانم

نیازا از شورِ تو عالم شدست افسانۂ عالم
نمودی فاش اے ناداں، بخلق اسرارِ پنہانم

## (٦٦)

مریدِ پیرِ مغانم، دگر نمی دانم
خرابِ بادۂ آنم دگر نمی دانم

ہمیں پیرِ مغاں ست پیر و مرشدِ من
بس ست نام و نشانم دگر نمی دانم

بہ دل چوں زمزمۂ عشق نائیم بر دمید
چو نے بہ شور و فغانم دگر نمی دانم

شرارِ حسنِ رخِ دوست آتشم زدہ است
حریقِ سوختہ جانم دگر نمی دانم

قبول ہدیہ نما شاہِ حسن! یا منہا
فدایت اے دل و جانم دگر نمی دانم

درونِ آئینۂ خویش تا خدا دیدم
بسوئے خود نگرانم دگر نمی دانم

زِ رازِ دہر چہ گویم کہ خود گمم یاراں
جز ایں کہ ہیچ ندانم دگر نمی دانم

خداپرستیِ من تا خدائیم بہ رساند — فزون ز حصر بیانم، دگر نہ می دانم
شنیدہ ای اگر از من صلائے سبحانی — تو گفتہ ای بہ زبانم دگر نہ می دانم
کمال فقر شدست از ظہور فخر الدینؒ — فدائے او دلِ و جانم دگر نہ می دانم
بہ یاد محو شدم، چوں حباب در دریا — ز چشمِ خلق نہ مانم دگر نہ می دانم
زبے نیازیِ خود می دہم خبر بہ نیاز
کہ جانِ جانِ جہانم دگر نہ می دانم

(٦٧)

عاشقِ بیخبر منم، من نہ منم، نہ من منم — عارفِ باہنر منم، من نہ منم، نہ من منم
سوزِ دل و جگر منم، وحشتِ پردہ در منم — دانشِ بخیہ گر منم، من نہ منم، نہ من منم
امن منم، خطر منم، زہر منم، شکر منم — نفع منم، ضرر منم، من نہ منم، نہ من منم
شام منم، سحر منم، شمس منم، قمر منم — در ہمہ جلوہ گر منم، من نہ منم، نہ من منم
ایں ہمہ بحر و بر منم، ویں ہمہ خشک و تر منم — قطرہ منم گہر منم، من نہ منم، نہ من منم
شاہدِ دلربا منم، مطربِ خوش نوا منم — سمع منم، بصر منم، من نہ منم، نہ من منم
حسن و جمالِ حق منم، عزّ و جلالِ حق منم — حشمت و جاہ و فر منم، من نہ منم، نہ من منم
طوطیِ صد زباں منم، بلبلِ نغمہ خواں منم — روضہ منم، شجر منم، من نہ منم، نہ من منم
آدمؑ و شیثؑ و نوحؑ و ہودؑ، غیرِ حقیقتم نہ بود — صاحبِ ہر عصر منم، من نہ منم، نہ من منم
موسیٰؑ جلوہ بیں منم، قبلۂ فلسطیں منم — نور منم، شرر منم، من نہ منم، نہ من منم
عیسیٰؑ مریمی منم، احمدِؐ ہاشمی منم — حیدرِ شیرِ نر منم، من نہ منم، نہ من منم
صوفیِ باصفا منم، بیخود و باخدا منم — اہلِ دل و نظر منم، من نہ منم، نہ من منم
رازِ و نیازِ حق منم، سوز و گدازِ خود منم
کردہ قدم نہ سر منم، من نہ منم، نہ من منم

(٦٨)

من نہ منم، نہ من منم، من نہ منم، نہ من منم
رفتہ زِ خویشتن منم، من نہ منم، نہ من منم

متنِ متینِ حق منم، شرحِ مبینِ حق منم
استر منم، علن منم، من نہ منم، نہ من منم

کعبہ منم، حرم منم، دیر منم، صنم منم
مومن و برہمن منم، من نہ منم، نہ من منم

عشق منم، جناں منم، درد منم، زیاں منم
روح منم، بدن منم، من نہ منم، نہ من منم

دُودمن و چمن منم، لالہ و نسترن منم
ہم گل و ہم سخن منم، من نہ منم، نہ من منم

بلبل داستاں منم، طوطیٔ صد زباں منم
گوش منم، سخن منم، من نہ منم، نہ من منم

عجز و نیاز نہ ہم منم، خوبی و ناز ہم منم
حسن منم، محسن منم، من نہ منم، نہ من منم

(٦٩)

چوں یار بہ بزم آمد و پوشیدہ نقابم
پس کس نبُود حاجبِ او، غیر حجابم

حرفیست جہاں از ورقِ دفترِ علمم
من نسخۂ جامع عجیبے، طرفہ کتابم

دریائے محیط ست وجودم بہ حقیقت
در صورتِ خود گرچہ بہ تمثالِ سرابم

عالم شود از مست، زِ چشمِ منِ سرمست
یاراں چہ عجب است کہ من کہنہ شرابم

سلطانِ جہاں ہستم، و آزاد زِ ہر قید
گو شکلِ گدایانہ، بہ قیدِ گل و آبم

چوں مہر من از مطلعِ غیب آمدہ بیروں
ذراتِ جہاں جملہ عیاں گشت زِ تابم

اے مُردہ دلاں! عینِ حیاتِ ابدیم
وے تشنہ لباں! سوئے من آئید کہ آبم

از کشف و کراماتِ بلا قید کہ ایں ہا
افتادہ براہند، بہ تعدادِ حسابم

خود عاشقِ خود ہستم، و مشتاقِ لقایم
در شکلِ نیاز آمدہ ام با تب و تابم

با ہمہ حسنِ خوبیم، عاشقِ روئے کیستم؟ رُستہ زِدامِ جسم وجاں، بستہ زِ موئے کیستم؟

درد دِلم ایں تپیدگی، وز خودم ایں رمیدگی ساکنِ کنجِ بیخودی، بسملِ خوئے کیستم؟

جلوہ گرم بہ ہر جہت، نعت من ست ہر صفت سجدہ کناں بہ جان و دل جانب و سوئے کیستم؟

مست زبوئے من جہاں، در پئے نکہتم رواں والہ و مست در پئے نکہت و بوئے کیستم؟

با ہمہ دلبری و ناز شیوہ گرفتہ ام نیاز
خاکِ نمط بہ زیر پا، در رہ و کوئے کیستم؟

(۷۱)

بیچون و بے چگونم، عنقائے قافِ قدسم بے شبہ و بے نمونم، عنقائے قافِ قدسم

از وحدتم معرّا، وز کثرتم مُبرّا پاک از ہمہ شئونم عنقائے قافِ قدسم

بیرنگی ست رنگم، رنگ ست و عار و ننگم دانی کہ من چگونم، عنقائے قافِ قدسم

از خلقِ ما سوائیم، در امر ما ورائیم برتر زِ کاف و نونم، عنقائے قافِ قدسم

بے نام و بے نشانم، بے شرح و بے بیانم از عقل بس برونم عنقائے قافِ قدسم

ہر چند در ظہورم، نورِ ظلام و نورم در پردۂ کنونم عنقائے قافِ قدسم

صدرِ ہمہ صدورم، از وہم و خلق دورم خود باطن البطونم عنقائے قافِ قدسم

ہر قبلہ ہست رویم، ہر سجدہ ہست سویم معبود و عابدونم عنقائے قافِ قدسم

سلطانِ بے نیازم، گو صورتِ نیازم
نہ شناسیم کہ چونم، عنقائے قافِ قدسم

(۷۲)

من آں نورم کہ اندر لامکاں موجود بودستم نہ عالم بود، نے آدم، مگر مسجود بودستم

نہ از عالم بیانے بود نے از آدم نشانے داشت کہ از نظارۂ حسنِ خودم خود بودستم

بسیطِ آں قدر شُد مُنبسط از حبِّ پیدائی
کہ ہا یک نقطگی صدہا خطِ موجود بودستم

ہیولائے دو عالم، مادۂ ارواحِ اشباحم
حریرِ جسم و جاں را ہچو تار و پُود بودستم

زِ بہرِ رفعِ شرک و دفعِ وہمِ ہستیٔ غیرے
بہ شکلِ انبیاء و اولیاء موجود بودستم

لباسِ بوالبشرؑ پوشیدہ مسجودِ ملک گشتم
بہ تصویرِ محمدؐ حامد و محمود بودستم

گہے ادریس، گاہے شیث، گاہے نوح، گہ یونس
گہے یوسف، گہے یعقوب، گاہے ہُود بودستم

گہے صالح، گہ ابراہیم، گہ اسحاق گہ یحییٰ
گہے موسیٰ، گہے عیسیٰ، گہے داؤد بودستم

برائے میکشاں امروز نقدِ وقتِ شاں گشتم
زبہرِ دیگراں روزِ جزا موعود بودستم

بہ دریائے حقیقت، بہرِ غواصانِ دریا دل
بہرِ عہدے و عصرے گوہرِ مقصود بودستم

نیاز اندر حقیقت، لایزال و لم یزل ہستم
مگر با ایں تعیّن نیست و ہم نابود بودستم

(۷۳)

اے طالبان ای طالباں! من با شما ہر جا ستم
ہم جلوہ گر دیدہ ہا، ہم مضمرِ دلہا ستم

ایں دُوری و مہجوریم، از وہمِ پندارِ شماست
در نسبتِ خود با شما، دریا و موج آسا ستم

ثابت ترم من از ہمہ، بے آں کہ اثباتم کنند
بے آنکہ بے پردہ شوم، در پردۂ اخفا ستم

بر عکسِ رسمِ ایں جہاں، در پردہ می باشم عیاں
چنداں کہ بے پردہ شوم، در پردۂ اخفا ستم

ہم صورتِ ناسوتیم ہم، ہم معنیٔ لاہوتیم
پنہاں تر از پنہاں و ہم پیدا تر از پیدا ستم

در جلوتِ فرق آدمم، از خلوتِ جمع شیوں
از انبساطِ نورِ خود، بزمِ جہاں آرا ستم

ہر چند نبوَد غیرِ من، در عالمِ نو یا کہن
در ذاتِ بحتِ خویشتن، برِ رُتبۂ علیا ستم

با حسنِ خود در باختم، من نردِ عشق و عاشقی
ہم لیلیٰ و مجنوں منم، ہم وامق و عذرا ستم

گہ شیخم اندر خانقہ، گہ رندم اندر میکدہ
گہ سجدہ و سجّادہ ام، گاہے مے و مینا ستم

ہم اول و آخر منم، ظاہر منم، باطن منم
ہم عالمِ دنیا ستم، ہم تشنۂ عقبیٰ ستم

گاہے نیاز ایمانِ من، گہ بے نیازی شانِ من
ایں ہر دو می زیبد بمن، ہم بندہ، ہم مولاستم

# ردیف "ن"

(۷۴)

تنہا نہ چاک زد بہ گریبانم ایں چنیں
دستِ جنوں نمود بہ دامانم ایں چنیں

گر لالہ زار نیست دلم، از ہجومِ داغ
بارے کہ کرد رشکِ گلستانم ایں چنیں

تیرے دگر زدستۂ مژگانش آرزوست
لذّت چشیدہ از لبِ پیکانم ایں چنیں

وا گر د شانہ زلف گرہ گیر آں نگار
کاشفتہ روزگارِ پریشانم ایں چنیں

مینا شکستہ، قدرِ گہر، مبتذل شود
از کان دیدۂ گہر افشانم ایں چنیں

اے رشکِ شمع! تا بہ شبستانم آمدی
شد صرفِ سوختن بدن و جانم ایں چنیں

جمعِ دل است حاصلم از دوست، اے رقیب
رُوئے کہ دیدہ ام کہ پریشانم ایں چنیں؟

دردِ مرا علاج شرابِ وصالِ تست
بیدردِ من لبا ز تو، درمانم ایں چنیں

ظالم ہلاک بلکہ شوم، ایں دم اگر شتاب
کردی تو در کشیدنِ پیکانم ایں چنیں

تا داغِ شب چراغِ دلم ماہتاب گشت
شد لیلۃ البرائت بہ کاشانم ایں چنیں

دارم بہ طبع میلِ سخن سنجی اے نیاز
خواہم کہ یک دو شعر دگر خوانم ایں چنیں

(۷۵)

محوِ نظارۂ رُخِ جانانم ایں چنیں
آئینہ دارِ دیدۂ حیرانم ایں چنیں

می سوزی آنچناں کہ نہ دُودے ز شعلۂ
بس بس مسوز، آتش پنہانم ایں چنیں

دولاب چرخ می شود آخر غریقِ آب
گر ہست سیلِ دیدۂ گریانم ایں چنیں

یارب رواں زِ نشترِ مژگانِ کیست ایں؟ فوّارهٔ رواں زِ رگِ جانم ایں چنیں
پابستہ ام خیالِ رُخ و زُلفِ آں نگار حیرانم ایں چنیں و پریشانم ایں چنیں
کُو دانستم کہ بود حصولِ تمام عُمر یک جذبۂ تو ساختہ نادانم ایں چنیں
لب خشک، و تشنہ کام، جگر تفتہ ام ہنوز حالانکہ غرقِ قلزمِ عرفانم ایں چنیں
بے گریہ سوختم گشتم و یا گریہ آب بود گہ بے نم آں چنانم و گہ بانم ایں چنیں
زیں پیشتر تو من شدی، الحال من توام بود از برائے شکرِ تو احسانم ایں چنیں
مضمونِ آہ و نالۂ موزوں بخاطرست خواہم نمود مطلع دیوانم ایں چنیں
دُودِ من اے نیاز بہ رُوئے نہ می رسد
در مجمرِ سپہر، سپندانم ایں چنیں

(۵۶)

خدارا اے صبا بگذر بہ سُوئے خاکسارِ من بہ بَر در کوچۂ جانانہ ام مشتِ غبارِ من
نقاب از رخ براندازی، قیامت پردہ دارِ من قیامت سازکن امروز پسند انتظارِ من
کہ آمد در دیارِ من کہ شُد تُو دور تر از من چہ شد اے بیقرارِ من، کہ شد صبر و قرارِ من
ز جیب و دامنم دستِ جنُوں نگذاشت یک تارے برائے بخیہ گر مشفق، چہ خواہی کرد کارِ من
نہ می کردی زِ اوّل ذبح ایں صیدِ زبونم را اگر در شانِ فتراکت، شکست آرد شکارِ من
مکن اوراقِ اجزائے حیاتم، درہم و برہم مدہ بر باد اے ظالم، کتابِ مستعارِ من
بہ دلقِ قصرِ شاہی می کنم از خوبیٔ طالع نہ حجم دارد، نہ کُئے، ایں طالعِ گردوں سوارِ من
بہ عیاری قسم اے یارِ عیارم، مکن پنہاں کہ بود ایں ہمکنارِ من، کہ دل بُرد از کنارِ من
زِ بس محوِ خیالت، در دلِ شبہائے تاریکم ہویدا قلب شد، تاریکیٔ شبہائے تارِ من
بہ جامِ بادہ ام صہبائے دیدارے نمی ریزی نمی دانی مگر گردوں خمارِ انتظارِ من
نیاز اعجازِ عشق ست ایں سخن سنجی و خوش گوئی

وگرنہ شعرِ بے لغزش کجا، کو بے قرارِ من؟

(۷۷)

گلے نشگفت جُز داغِ جگر بر شاخ سارِ من — بهارِ سوختن پیداست، اندر لاله زارِ من

جنوں بر خویشتن نارد، ز جیب تار تارِ من — مغیلاں بر خود ش بگذر به پائے خار خارِ من

نباشد خالی از جولاں گرہی گرد و غبارِ من — نمایاں زیں میاں می گردد آخر شهسوارِ من

نه روید در زمینِ سینه ام، جُز دانهٔ عشقت — ز خونابِ دِلم، سرسبز گردد کشت کارِ من

گہے گریم، گہے خندم، گہے رنجم، گہے خُرّم — بیک حالت قرارم نے، چه شد اے بیقرارِ من

من از سجده به میخانه، نه از خود می رَوم یاراں — که در دستم نه ماند ایں دَم عنانِ اختیارِ من

گه از زلفت پریشانم، گه از رُوئے تو حیرانم — همیں کفرست و ایمانم، همیں لیل و نهارِ من

نه آه و ناله تنها دارم اندر عشق بازی ها — تماشائے دگر هم دارد ایں آئینه دارِ من

به هر صیدِ زبونی چشمِ دامم، دانه می گردد — بصحرائے که می گردم، بُود عنقا شکارِ من

جهاں ها کثرتِ خود جنبِ وحدت نقطهٔ صفرست — حسابے دیگرے باید به مفتوح شکارِ من

نیاز از من مجو از بهرِ دردِ یار درمانے
که نبوَد هیچ شیئ جُز دردِ یار اندر دیارِ من

(۷۸)

دی خراماں می گذشت آں یارِ خوش رفتارِ من — با ادا و ناز و شوخی از سرِ بازارِ من

چوں نقابِ زلفِ مشکیں از رخ و عارض فگند — شد جهاں دیوانهٔ روئے پری رخسارِ من

خرمنِ جانِ جهاں را سوخت اُو مانندِ برق — از نگاهِ ما گذر کرد آں بُتِ عیّارِ من

بسکه در عشقش شدم از کفر و از ایماں بری — رشتهٔ جانم گسست از سبحه و زنّارِ من

عشق اسلام ست و دینم، عشق درمان ست و درد — عشق غمخوار ست و مونس، عشق یارِ غارِ من

دولتِ شاهی ز چشمِ اشکبارم شد حصول — دامنِ فقرم پُرست از گوهرِ شهوارِ من

از خیالِ جورِ اُو خونِ دلم شد رشکِ مُشک
در نگہ داری نیاز این نافہ تارِ تارِ من

(۷۹)

دی در آمد بر درم آں ساقیٔ سرشارِ من
از نگاہِ مستِ اُو دیوانہ شد ہشیارِ من

می نہم پا جائے سر، سر جائے پا از بیخودی
ہوش مندانم، چہ می پرسند از رفتارِ من

از خروش و جوشِ مستی بر سرم اے دوستاں:
نیست جُز دیوانگی کارِ دگر بر کارِ من

دین و اسلامم فدائے ساقیٔ سرشار گشت
شد برہنِ جام و صہبا جبہ و دستارِ من

خوابِ چشم و راحتِ جان و قرار و صبرِ دل
رفتہ اندر طرفۃ العین از من این ہر چارِ من

جُز مقامِ عشق آہنگے نہ دارد بُلبلم
بر نیاید جز نوائے سوز از سرِ منقارِ من

کار فرما شد جنوں در ملکِ جانم اے نیاز
بخت دشوار ست بارِ عقل، در دربارِ من

(۸۰)

سرِّ حق پنہاں ست اندر معنیٔ اسرارِ من
ظاہرش پیدا ست اندر معنیٔ اسرارِ من

از محیطم نقطۂ مرکز بُود اقلیمِ مُلک
چشمِ دل بکشا و بنگر وسعتِ پرکارِ من

نورِ ذاتم بر دلم، ہر دم تجلّی می کند
تابِ دیگر می دہد، ہر شعلۂ دیدارِ من

دو بنائے ہستیم از نیستی مستحکمی ست
در شکست و ریختن شد ہستیٔ دیوارِ من

اے مسلماں کفر باشد جزوِ لاینفکِّ عشق
زیں جہت در عاشقی شد کافری در کارِ من

زاہد از سرِّ سوادِ او چہ من آگہ نہ ای
نیست در فہمِ تو رمزِ قشقہ و زنّارِ من

طوطیٔ دستاں سرائے ذوق و شوقم اے نیاز
نشنوی جُز نالۂ جاں سوز از منقارِ من

(۸۱)

نیست جز آہنگِ عشق آوازِ موسیقارِ من ‏ "رَبِّ اَرِنِی" می نوازد بر لبِ ہر تارِ من

بسکہ ہستم سایہ پرور، زیرِ بالِ مہرِ یار ‏ یُمن میگیرد ہُما از سایۂ دیوارِ من

اے نسیمِ گلشنی، ہاں سُوئے دُکانم بیا ‏ تا رساند در مشامت، بُوئے جاں، عطّارِ من

حسنِ خوباں بہرِ حق بینی مثالِ عینک ست ‏ می دہد بینائی اندر دیدۂ نظّارِ من

آمد اندر مُلکِ جاں، بر تختِ دل، سلطانِ عشق ‏ حاکمِ عقلم بدر شد، از سرِ ہشیارِ من

ہمچو دریائے محیط اے قطرہ ام، شد مُوج زن ‏ چوں بخود غرقم نمود آں قلزمِ زخّارِ من

کرد ما را بے نیاز، آں قبلۂ اہلِ نیاز

لطف فرما شد بہ احوالِ دلِ افگارِ من

(۸۲)

اسیرِ عشق مفتوں ست و مجنوں ‏ حریقِ قبلۂ وَالنَّارُ مَکْنُوْنُ

نہ می داند طبیب آزارِ ما را ‏ وَمَا یُنجُوْ بِمِنْھَاجٍ وَ قَانُوْنُ

نہ با تر دامنم اندر نظارہ ‏ بَرِیٌّ نَفْسُنَا عَمَّا یَظُنُّوْنَ

شہیدِ اکبر ست ایں کشتۂ عشق ‏ وَمَا لِلزُّھْدِ وَالتَّقْوٰی بِمَمْنُوْنٍ

بیا جاناں بہ نعشم لُطف فرما ‏ حُضُوْرُ الْحَیِّ عَلَی الْاَمْوَاتِ مَسْنُوْنٌ

نیاز اندر خمار ست اے دریغا

وَنَحْنُ الَّذِیْنَ مَمْلُوٌّ وَمَدْفُوْنٌ

(۸۳)

مَرِیضُ العشق مفتون و مجنون ‏ سکوب علیہ والقلب محزون

بنی محبوسہ من کل حبس ‏ فما مسجون ھذا السجن مسجون

ومن لیعلم تداویہ سوی الحسن ‏ محیطی بنۃ فیہ فلاطون

الا یا صاحب الوجه الحسین　تعالیٰ حسبنا عمّا یقولون
ترحّم والتفت نحو العشوق　فإن باعدت عنه مات مجنون
بلاء العشق یا اُمّی بلاء　وآلاف المصائب فیه مسنون

(۸۴)

عید ست ساقیا درِ میخانہ باز کن　پیمانِ توبہ بشکن و پیمانہ ساز کن
ہنگامِ زہد و تقوی گزشت و رفت　دورِ حقیقت ست، و داعِ مجاز کن
بنگر بہ پیچ و تابِ دلِ سوگوارِ من　کوتاہیٔ تطاولِ زلفِ دراز کن
بنما بہ ما، تجلیٔ جاں بخش، دل کشا　طرز و اداؤ غمزۂ عاشق نواز کن
امروز، روزِ عیش و نشاط و سُرور ہست　جُود و عطاؤ لطف بہ اہلِ نیاز کن
گنجِ قناعت ست کہ دل را غنی کند　اے دل اگر غنا طلبی، ترکِ تاز کن

تا صبحِ وصل در نہ دہر، ہر شب اے نیازؔ
چوں شمع آہ و گریہ بسوز و گداز کن

(۸۵)

شاہِ عشق آمد و شد تختِ نشیں بر دلِ من　شحنۂ عقل بہ رشد زِ حدِ کشورِ من
ہمہ تن دیدہ شدم، بہر تماشائے کسے　ہر سرِ موئے من ست ہم سرِ چشم سرِ من
می شوند حلقہ نشیں، بر نمطِ ہالۂ ماہ　ماہ رُویانِ جہاں گردِ پری پیکرِ من
واعظا جنتِ من سینۂ پُر داغِ مو ست　دل برم خُورِ من و چشم ترم کوثرِ من
بس فرو ماندہ جناحِ ملکوت از پرواز　در مقامے کہ رسید ایں دلکِ بے پرِ من
یا فتند عالمیاں تاب دگر از نورم　چُوں ز آفاقِ جہاں گشت بلند اخترِ من

تا شوی محرمِ اسرارِ حقیقت چو نیازؔ
سایہ ساں باش پس و پیشِ رہِ رہبرِ من

# ردیف "ہ"

## (۸۶)

من پاک بازِ عشقم، ذوقِ فنا چشیدہ | آہوئے دستِ ہُویم از ماسوا رمیدہ

بُد پردہ ہائے وہمی ما را حجابِ دیدہ | دیدم برُوئے جاناں ایں پردہ ہا دریدہ

گلگشتِ غنچۂ دل، دل بستگیش وا شُد | چوں بادِ نوبہاری بر گلشنم وزیدہ

چوں آفتابِ معنی، بر جانِ من درخشید | گشتم بچشمِ مردم چوں مردمک بہ دیدہ

من نورِ ذاتِ حقّم اے صاحبِ بصیرت | در صورتم اگرچہ از خاک آفریدہ

در صُورتم نظر کن اندر مرقعِ خلق | نقاش دستِ قدرت تصویرِ من کشیدہ

رُوحِ الٰہیم من، جانِ فدائیم من | از صنعتِ عجیبہ، در آب و گل دمیدہ

من جلوہ گاہِ ذاتم، ہم مظہرِ صفاتم | ہم اصلِ کائناتم، از نورش آفریدہ

آئینہ پُر صفایم، جامِ خدا نمایم | ہم عین و ہم جدایم، اے مردِ برگزیدہ

سلطانِ بے نیازم، چوں سروِ سرفرازم | ہم بندۂ نیازم مثلِ کماں خمیدہ

از جامِ عشق مستم، مستانۂ الستم | بے پا وُ بے سرستم، از قیدِ تن رسیدہ

زاہد بہ گیر بر من، بگذر ز گفتگویم | نشنیدہ کہ فرق ست در دیدہ و شنیدہ

قولِ نیازِ بشنو، یعنی زِ خود بروں شو
چوں از خودی برآئی، باشی خدا رسیدہ

## (۸۷)

اے عکس نمائے تو با ہر ذرّہ چوں آئینہ | از دولتِ دیدارت ہر ذرّہ چوں گنجینہ

نظارگیانت را، ہنگام تماشایت | ہر شب چو شبِ قدرست، ہر روز چو آدینہ

پیدائی و پنہانی، ہم صورت و ہم معنی | ہم نور و سروری تو، ہم دیدہ و ہم سینہ

این حسنِ مجازِ ما، در چشمِ حقیقت بیں     ہم عینکِ بینائی ست، ہم قنطرۂ زینہ
اندر منِ واو، ہر دم، رازے و نیازے ہست
روشن بُود این معنی، بر سالکِ دیرینہ

# ردیف "ی"

(۸۸)

اے جلوہ گہ رُویت، ہر وجہے و ہر رُوئے     راہِ تو و کوئے تو، ہر راہے و ہر کوئے
اے قبلۂ ایمانم، وے جانِ دل و جانم!     رہ سوئے تو گردانم، ہر طرفے و ہر سوئے
با آنکہ نمی زائی از وسمہ، رنگ و بو     رنگِ تو و بوئے تو، ہر رنگے و ہر بوئے
می بینم "انا الحق" زن، ہر ذرّہ بہ مہرِ تو     یا "اعظم شانی" گو، ہر تارے و ہر موئے
اندر دلِ ہر قطرہ، دریاست بہ موج اندر     خود بحرِ محیط ست این نہرے و ہر جوئے
این جملہ ضمائر را، مرجع توئی اے جاناں     تعبیرِ تُست اینک ہر حالے و ہر رُوئے
اندر رہِ عشقِ تو، رفت ست نیاز از خود
از تُست کز و ہست این ہر ہائے و ہر ہوئے

(۸۹)

گر بر سرِ بالینم، نازاں بہ خرام آئی     جاں از سرِ تو یابم، ہم تاب و توانائی
تا پنجۂ عشقت شد ہم دستِ گریبانم     از قبضۂ دستم شد، دامانِ شکیبائی
این آہِ دلِ سردم، وین رنگِ رُخِ زردم     با رازِ درون ہر دم، دارد سرِ رسوائی
اے رشکِ مسیحایم، از بہرِ مداوایم!     چوں بر دلِ شیدایم، یک جلوہ نہ فرمائی
خاکِ رہِ کوئے تو، این طرفہ اثر دارد     ہم صندلِ دردِ سر، ہم سرمۂ بینائی

بوئے بہ نیاز آمد، از طرّهٔ مشکینش
از خود بہ رمید آخر، ایں آہوئے صحرائی

(۹۰)

سزد آں کہ دم زنم من زِ کمالِ کبریائی — کہ سوائے حق نہ بینم بہ وجودِ بے قبائی
ہمہ ایں صفات و ذاتم، کہ با عالمِ شہود ست — بہ خدا کہ اوست پیدا، بہ لباسِ ما سوائی
نظرے بصورتم کن، بہ نگاہ دیدۂ دل — کہ نمایدت سراپا، ہمہ جلوۂ خدائی
ہمہ تہمت ست بر من، کہ تو گوئیم "منم من" — کہ نہ من منست ایں من، ز خداست خود نمائی

ہمہ دلبری و ناز ست کہ بصورتِ نیاز ست
چہ نیاز شانِ خاص ست زِ شیونِ دلربائی

(۹۱)

بہ ربود زِ دستِ ایں، دلم اعجاز نگاہے — زاں ست مرا ہمدم دم ساز نگاہے
ہندو و شود و چشم سیاہت بہ پرستد — گر بر فگنی، بر بتِ شیراز نگاہے
اعجازِ نگاہِ تو کند، زندۂ جاوید — اے رشکِ مسیحا! بہ من انداز نگاہے
بر اوجِ تماشائے رخت کیست ہوا گیر — گو طائرِ قدسی ست بہ پرواز نگاہے

چوں نازِ ترا زینت و زیبے زِ نیاز ست
زیبد کہ بر او افگنی از ناز نگاہے

(۹۲)

از خلق جدا ہستی و ہم در ہمہ ہائی — از جملہ مبرّائی و در جملہ در آئی
بے نام و نشاں بودی، و گنجینہ پنہانی — از بہرِ شناسائے، خود صورتِ مائی
بر وحدت تو ہست غرض کثرتِ شانت — یک شان تو خلق ست، دگر شان خدائی
ہم شاہ جہانی، بہ سرت افسرِ شاہی — ہم دلق بہ بر داری و ہم شکلِ گدائی

هم معتکفِ مسجدی و سبحه بہ دستی
همدوش بہ زناری و در بتکدہ ہائی

هم بارکشِ خرقہ و هم رندِ قباپوش
هم رندِ سراپائی و هم ترک ختائی

هم صوفی و رقاصی و هم صورتِ مطرب
هم چوبی و هم تاری و هم صوت و صلائی

هم نامۂ جاں کاہی و هم خندۂ جاں بخش
هم سوزی و هم سازی و همدرد و دوائی

هم بلبلِ شیدائی و زاری و نزاری
هم در چمن و هر گل و هم جلوہ نمائی

هم خطی و هم خالی و هم چہرۂ زیبا
هم کاکلِ مشکینی و هم زلفِ دوتائی

هم خرمنِ گلزاری و هم برقِ تبسم
هم دیدۂ فتانی و بالائے بلائی

هم شوری و هم فتنہ و هم آفتِ جانی
هم غمزہ و هم شیوہ و هم ناز و ادائی

هم خنجرِ مژگانی و هم تیغِ دو ابرو
هم تیرِ نگہ در ہدفِ سینہ ربائی

هم قاضی و هم مفتی و هم حکمِ شریعت
هم گفتہ "انا الحق" بہ سرِ دار برآئی

هم عاقل و ہشیاری و هم بے ہش و سرمست
هم واعظ و هم پیرِ رہِ مغبچہ ہائی

هم مرشدِ کل گشتہ بہ شکلِ شہِ جیلاں
بر روئے نیاز آئی و ارشاد نمائی

(۹۴)

اے دل تو چنیں در شغب و شور چرائی؟
وے دیدہ بگو، صورتِ ناسور چرائی؟

اے سینۂ من ریش دل از بہر کہ داری؟
وے بختِ جگر، سوختہ، چوں طور چرائی؟

اے خندۂ من صورتِ گریہ بہ چہ گشتی؟
وے صبح جبینم شبِ دیجور چرائی؟

اے راحتِ جاں، شکلِ غمم آمدہ چونی؟

وے جانِ من آزاری و رنجور چرائی؟

در معنیٔ "فی انفسکم" غور و نگہ کن
معشوق بہ بر داری و مہجور چرائی؟

دل دارِ تو نزدیک ترست از رگِ جانت
افتادہ بہ پندارِ دوئی، دور چرائی؟

خورشیدِ جمالِ رُخِ محبوب عیاں ست
اے شپرکِ دیدۂ جاں کور چرائی؟

جاناں بہ جہاں ست چو دریائے بہ قطرات
چوں قطرہ بہ دریائی و در شور چرائی؟

از زندگی افزائے لبِ ساقیٔ سرمست
مے نوش کن و ہاں بہ لبِ گور چرائی؟

اے زاہدِ افسردہ بیا و بہ خدا شو
در حرصِ بہشت و ہوسِ حُور چرائی؟

یک جو نہ دہم قیمتِ ایں طاعتِ مہمل
بر تکیۂ ایں زہد تو مغرور چرائی؟

بر قولِ نیازست اگر علم الیقینت
پس دیدہ و دانستہ بہ دستور چرائی؟

(٩٤)

بر چہرۂ تو نقاب تا کے؟ بر چشمۂ خور سحاب تا کے؟
بر دیدہ ما حجاب از ماست در ما و تو ایں حجاب تا کے؟
بر بحرِ حقیقتم گذر دہ بینم بہ غلط سراب تا کے؟

یک حرف ز عشق خود سبق دہ — خوانم قصص کتاب تا کے؟
بے خود ز خودم کن و بہ خود دار — مانم بہ خودی خراب تا کے؟
مستم بہ کن از نگاہ مستت — دارم ہوسِ شراب تا کے؟
باشم با تعلقات ذرات — وا ماندہ ز آفتاب تا کے؟

اے دل برِ من جمال بنما
وے جانِ من ایں حجاب تا کے؟



# نعت و منقبت

(۱)

امیرالمومنیں صدیق اکبرؓ | امام المسلمیں صدیقِ اکبرؓ
رئیس العاشقیں صدیق اکبرؓ | انیس العارفیں صدیقِ اکبرؓ
رفیقِ مصطفےٰؐ در غار تاریک | نہ بودہ غیرازیں صدیق اکبرؓ
نثارِ ما حضر بر مصطفےٰؐ کرد | برائے کارِ دیں صدیق اکبرؓ
مبیں اندر کمالاتِ نبوت | زِ اُمّت بہتریں صدیق اکبرؓ
نبیؐ را دادِ حق، تسکیں بہ معراج | بہ آوازِ ہمیں صدیق اکبرؓ
امامِ ہر کہ و مہ از صحابہؓ | کہ شد اُلائے دل جُزایں صدیق اکبرؓ
بہ اجماعِ صحابہؓ شد مقرر | نبیؐ را جانشیں صدیق اکبرؓ

نیازؔ از بہر آں مداحش آید
کہ بود ست ایں چنیں صدیق اکبرؓ

(۲)

خواجۂ خواجگاں معین الدینؒ | فخر کون و مکاں معین الدینؒ
سرِّ حق راہیاں معین الدینؒ | بے نشاں رانشاں معین الدینؒ
مظہر و جلوہ گاہ نورِ قدم | آفتابِ جہاں معین الدینؒ
مرشد وہ رہ نمائے اہلِ صفا | ہادیٔ انس و جاں معین الدینؒ
عاشقاں را دلیلِ راہِ یقیں | سِرِّ راہ گماں معین الدینؒ
خواجۂ لامکاں و قدس مقام | آسماں آستاں معین الدینؒ

قربِ حق اے نیازؔ اگر خواہی
سازِ وردِ زباں معین الدینؒ

(۳)

دلا خاکِ رہِ کوئے محمدؐ شو محمدؐ شو
زِ ہر سوئے بیا، سوئے محمدؐ شو محمدؐ شو

بہ ہر دم سجدۂ جاں سوئے ابروئے محمدؐ کن
بہ روئے قبلہ، روئے محمدؐ شو محمدؐ شو

تجرّد پیشہ گیر، از قیدِ عالم وارہاں خود را
اسیرِ حلقۂ موئے محمدؐ شو محمدؐ شو

بہ اخلاقِ الٰہی متصف بودن اگر خواہی
سراپا سیرت و خوئے محمدؐ شو محمدؐ شو

بکن خالی مشام از بوئے گلہائے جہاں اے دل
بیا، دلدادۂ بوئے محمدؐ شو محمدؐ شو

نیاز اندر دلت گر مہرِ عرفانِ خدا باشد
فدائے شانِ دل جوئے محمدؐ شو محمدؐ شو

(۴)

زِہے عزّ و علائے منتہائے اوجِ انسانی
نبیِؐ یثربی، و مہبطِ تنزیلِ فرقانی

امیرِ عالمِ امری، شہِ معمورۂ خلقی
ادیبِ علوی و سفلی، رسولِ انسی و جانی

ظہورِ کاملِ ذات و صفاتِ حضرتِ یزداں
حبیبی، سیّدی، محبوبِ خاص الخاصِ ربّانی

رحیمی، رحمۃ للعالمینی، شافعِ خلقی
کریم اکرم الخلقی، سراپا فیضِ رحمانی

درخشاں آفتابِ آسمانِ حسن و محبوبی
چو شمعِ صبح در بزمش، نہ ماندہ ماہِ کنعانی

شبستانِ جہاں روشن زِ نورِ ماہِ روئے تو
زِ تابِ شعلۂ حسنش کند خورشید رخشانی

کند در یک نگہ، صورت نما، آئینۂ دل را
بہ یک چشمک زداید، از رخش زنگارِ امکانی

حق اندر شانِ تشبیہِ محمدؐ، نامِ خود خواندہ
محمدؐ غیرِ حق نبود بہ حکمِ ذوقِ عرفانی

چہ وسعت دادہ یارب بہ طرفِ آں عظیم الشاں
کہ "اِنّی عبدہٗ" گوید بہ جائے قولِ سبحانی

نیاز اندر دلت گر پرتوِ رخہاش جاگیرد
نہ بینی تا ابد روئے پریشانی و حیرانی

(۵)

زہے عز و جلالِ بوترابیؑ فخرِ انسانی
علیِ مرتضیٰ مشکل کشائے شیرِ یزدانی

ولیِ حق، وصیِ مصطفیٰؐ دریائے فیضانی
امامِ دوجہانی، قبلۂ دینی و ایمانی

امیرِ کشورِ فقری، شہِ اقلیمِ عرفانی
خداگوئی، خدابینی، خدادانی، خداشانی

انیسِ محفلِ اسنیٰ، جلیسِ مجلسِ قدسی
سرورِ جانِ خاصانی، نشاطِ روحِ پاکانی

مہِ ظلمت کشائی، مشعلِ تاریکیٔ عالم
سراپا جلوۂ نوری، تمامی مہرِ تابانی

براہِ حق نمائی، ناقہ ہائے کارِ دانش را
نہ باشد جز ہدائے او، کسے دیگر حُدی خوانی

پیمبرؐ بر سرِ منبر نشست و خواند مولائیش
کہ تا مولائیش را باشد اندر خلق برہانی

عجب نبود بہارِ بے خزاں باغِ محبان را
کہ می بارد برو، ہر لحظہ ابرِ فیض و احسانی

نیاز اندر قیامت بے سر و سامان نخواہد شد
کہ از حُبِّ تولّائے علیؓ داری تو سامانی

(۶)

بدہ دستِ یقیں اے دل بہ دستِ شاہِ جیلانیؒ
کہ دستِ او بود اندر حقیقت، دستِ یزدانی

امیری، دستگیری، غوثِ اعظم، قطبِ ربّانی
حبیبِ سیدِ عالم، زہے محبوبِ سبحانی

نشانِ شانِ بے چونی، بیانِ سرِّ مکنونی
بہ سیرت مثلِ پیغمبرؐ، بہ صورت مرتضیٰؓ ثانی

سراپا جلوۂ حسنی، تمامی مہرِ تابانی
کند یعقوبیش گر باشد ایں جا ماہِ کنعانی

زبانِ پاکِ او فخرے ست، دوشِ پاک بازان را

حیاتِ تازہ بگرفتہ آزاو، دینِ مسلمانی

شبِ بختِ سیہ را ذرۂ مہرش کند صبحے
فروزد لمعۂ لطفش رُخِ شامِ غریبانی

بہ بخشند از رہ فیاضی ادنیٰ بے نوائے را
گدایانِ درش دیہیم شاہی، تختِ سلطانی

ملائک "طرّقوا" گویاں روند اندر رکابِ اُو
جلوداری کنند اُو را خواصِ انسی و جانی

نیاز اندر جنابِ پاکِ اُو از قدسیاں باید
کہ آید جبرئیلؑ از بہر کارِ اُو و دربانی

(۷)

دلا دستِ طلب بکشا، بہ درگاہِ شہنشاہے
نظام الدین والملّتؒ علیہ رحمت اللّٰہے

امیرِ عالم آرائے، ظہیرِ دین و دُنیائے
شہنشاہے علیؓ جاہے، نبی شانے، حق آگاہے

محیطِ فیض و ارشادے، بہ علم فقر استادے
سراپا حسنِ جاں بخشے، ہمہ جانانِ دل خواہے

دُرِ دریائے تجریدے، گلِ بستانِ تفریدے
بہ شکلِ صورتِ انساں نمایاں ذاتِ اللّٰہے

شبستانِ جہانِ شد بجو رُوئے روشنے روشن
کہ طالع گشتہ از آفاقِ عالم ایں چنیں ماہے

گرفتہ صورتِ فانی، بہ بزمش سیرتِ عالی
زبانِ شمع شد در مدحِ اُو مرغِ سحر گاہے

بہ خاشاکِ وجودم، زد نگاہے گرم اُو آتش
بروں از آسماں شد شعلہ مُشتِ پرِ کاہے

زِ شوقِ عشقِ محبوبِ الٰہی آں چناں گشتم
کہ تصویرِ مصوّر در کشد بر صورتِ آہے

چہ غم داری نیازؔ از رفتنِ تنہا ازیں عالم
کہ سلطان المشائخ یارِ جاں باتست ہمراہے



# مثنویات

(١)

# دعاء

صَرَفْنَا اللَّیَالِیْ وَ اَیَّامَهَا — مِنَ الْعُمْرِ بِالْمَعْصِیَةِ وَالْهَوٰی

نگاہے بہ ما اے خدا برفگن — لَقَدْ اِنْقَضَی الْعُمْرُ طَالَ الْحَزَنْ

زتلبیسِ ابلیس ناچارہ ایم — بہ تبعیتِ نفسِ امّارہ ایم

بہ خاتم بہ دہ اے خدا زیں بلا — بہ کُن دُور ایں نفس و شیطانِ ما

مُراداتِ یارانِ ایں انجمن — برآور بہ لُطفِ خود اے ذُوالمنن

بہ ہر احتیاجے کہ دارند پیش — روا کُن خدایا بہ احسانِ خویش

برار بابِ ایماں، کشا بابِ رزق — کہ مفلس نہ مانند ایشاں ز صدق

شفا دہ مریضانِ اسلام را — برایشاں کشا، بابِ انعام را

بہ کُن از سرِ دین داراں ادا — تمامی فرائض بہ لُطف و عطا

نگہ دار بہ حالِ اہلِ سفر — کہ در رہ نہ یابند نقص و ضرر

کسانے کہ محزوں و افسردہ اند — بہ حُبِّ علیؓ نیز غم خوردہ اند

تَرَحَّمْ عَلَیْهِمْ رَؤُفَ الْعِبَادْ — اَجِرْهُمْ مِنَ النَّارِ یَوْمَ التَّنَادْ

کسانے کہ کردند خود را خراب — بہ غم ہائے آلِ رسالت مآب

تَفَضَّلْ عَلٰی حَالِهِمْ یَا کَرِیْمْ — بِاِحْسَانِكَ الْمُسْتَمِرِّ الْقَدِیْمْ

بہ دہ مومناں را تو فتح و ظفر

بہ کن کافراں را ذلیل و بتر

(٢)

# همه اوست

یارِ من باکمالِ رعنائی — خود تماشا و خود تماشائی

عشق بازی به خویشتن دارد — غیرتش تابِ غیر کئے دارد؟

در ازل دیده بر رُخش واکرد — خویشتن را به خویش شیدا کرد

در بطونش نمود عشق مقام — شد مسافر سکونت و آرام

شُد چو حُبِّ نظاره دامن گیر — گشت مطلق به دام، قید و اسیر

از تقاضائے حُبِّ جلوه گری — آمد اندر حصارِ شیشه، پری

خواست آں حُسنِ بے نظیر و مثال — متجلّی شدن بر ایں امثال

ناگہاں کرد امرِ "کُن فَیکُوں" — نقش بستہ جہانِ بو قلموں

شد ہزاراں ہزار شکل غریب — از تجلّیٔ نورِ ذاتِ حبیب

یک جہانے زِ جنسِ جن و ملک — واں دگر از عناصر ست و فلک

خود برآمد به شکلِ ایں اکواں — حسبِ درخواست حضرتِ اعیاں

ہست عالم تمام مرآتش — کاندرو ظاہر ست آیاتش

طُرفہ تر ایں کہ رائی و مرآت — جُز یکے نے، چہ گویمت، ہیہات

لیک اندر جہان کہنہ و نو — جُست جوئے نمود و بانگ و دو

ہیچ کس را نہ یافت ایں قابل — کہ ظہورش بُود، در او کامل

آخر الامر سوئے آدم دید — بہتر و خوب ترزِ عالم دید

مُتّصف با صفات تنزیہی — ہم درو، وصفِ نعتِ تشبیہی
زیں سبب شد خلیفہ اش انساں — دیگرے کس نبود لائقِ آں
اُوست آئینہ، صاحب الوجہین — گر بہ بینی تو با حقیقتِ عین
رُوئے موُئے خصائصِ ربّی — وجہ طرفی، نقائصِ عبدی
سجدہ اش با نقائصِ عبدی — جانبِ آں خصائصِ ربّی
پس ہموں ساجد ست وہم مسجود — نیست در، دہر غیرِ اُو موجود
جُز عدم نیست غیرِ ذاتِ خدا — پس بُوَد عین اُو ہمہ اشیا ر
مجملے ہست انچہ گفت نیاز — کرد کوتاہ، قصہ ہائے دراز

بایدت گر برایں دلیل، گواہ
کن نظر جانبِ کلام اللہ

(۳)

# حقیقتِ مستور

امرِ ربّی ست رُوح و سرِّ خداست — ذکرِ بے کام و بے زباں اوراست
حیف در بندِ جسم در ماندی — نشنوی صوتِ پاکِ رحمانی
یار تو ہر دم ست با تو کلیم — حیف تو نشنوی کلام قدیم
ہمہ عالم پُر است از آواز — لیک درہائے گوشِ خود کُن باز
باز کردن ہمیں بس ست ترا — بند سازی رہِ، شنیدن را
بشنوی یک کلامِ نامقطوع — ازحدوث و فنا بُوَد مرفوُع

اول و آخرش چو بے حد شد — زاں سبب نامِ اُو بہ آں حد شد
عالمِ صوت ازاو ظہور گرفت — از حضورش بساطِ نور گرفت
رونق افزائے انجمن اُو شد — فیض بخشائے ہر سخن اُو شد
گر بہ اظہارِ اُو نیا وردے — نام آواز در جہاں نہ بُدے
بشنو آں بانگِ پُر سرور از گوش — کُن فراموش خویش را ذی ہوش
غرق شو، درمیانِ بحرِ محیط — ذات بے کم و کیفِ نورِ بسیط
نورِ بے رنگ ہست وحدتِ ذات — ویں تعین بُوَد ہمہ ظلمات
دیدہ ہائے دلت کہ نابین ست — پیشِ تو نور سر بہ سر ایں ست
ورنہ وحدت کجا و کثرت کو؟ — بُوئے عنبر کجا، کجا بد بُو؟
تُو کہ ہرگز نہ دیدہ ای آں نور — چہ بہ دانی "حقیقتِ مستور"؟
تا نیفتد شعاعِ نُورِ خدا — بر دلت کَے شود ترا پیدا؟
کایں ہمہ ظلمت ست و نُورِ دیگر — کَے شود ایں و آں بہم ہمسر
ذاتِ مطلق مثالِ گُل باشد — مبدأِ فیضِ جُزو و کُل باشد
ویں دُوئی و تعین ست چو خار — می کشد ہر یکے از او آزار
گل شوی، گر نظر بہ گُل آری — دامنِ جانِ کس نیازاری
وَر بہ تقلیدِ خار، درمانی — خود بہ رنجی، جہاں بہ رنجانی
تُو نہ آئی، ہر اُنچہ فہمیدی — گُل نہ دیدی، تو خار را دیدی
تُوئی نو خاستہ گُل و گلشن — خار دانستی وُ شدی گلخن

اندر آں خار و گُل، تو فرق بہ کُن
گرچہ ہستند از یکے گلشن

---

# مناجات و مستزاد

# مناجات

الٰہی بہ حقِ نبیؐ امام ،  علیہ الصلوٰۃ و علیہ السّلام

بہ حقِ امامِ علیؓ مرتضیٰ  وصیِ نبیؐ و ولیِ خدا

بہ حقِ بتولے کہ زہرؓا است اُو  نسارجہاں را وے است آبرو

بہ حقِ امامِ حسنؓ مجتبیٰ  جگر گوشۂ شاہِ مشکل کشا

بہ حقِ امامِ شہیداں حسینؑ  شہادت ازو یافتہ زیب وزین

بہ حقِ امامِ شہِ دین و داد  کہ نامش علیؓ ہست زین العبادؑ

بہ حقِ امامے کہ باقرؑ خطاب  شنیدیم اورا زِ رُوئے کتاب

بہ حقِ امامے کہ اُو جعفرؑ ست  بہ صدق وصفا خلق را رہبرست

بہ حقِ امامے کہ موسیٰؑ ست نام  ازو یافتہ شرعِ ودیں انتظام

بہ حقِ امامِ علیِ رضاؑ  لقب ضامن و ثامن آمد ورا

بہ حقِ امامِ محمد تقیؑ ،  کہ دینِ نبیؐ شد ازو منجلی

بہ حقِ امامِ نقیؑ رہ نما  شفیعِ خلائق بہ روزِ جزا

بہ حقِ امامِ علی عسکریؑ  کہ سُوئے حقیقت کند رہ بری

بہ حقِ امامے کہ مہدیؑ ست آں  جہاں منتظر کئے شود اُو عیاں؟

بہ حقِ ہمہ ذُرّیاتِ رسولؐ  کہ ہستند شاں جملہ اہلِ قبول

بہ حقِ محبان و اشیاعِ شاں  بہ حق غلامان و اتباعِ شاں

بہ حقِ بنائے کہ بیت الحرم  بُود نامِ اُو کعبۃ اللہ ہم

بہ حقِ ملائک کہ بر انقیاد  کمر بستہ اند از سرِ اعتقاد

به حقِ صحائف که بر انبیاءؑ — به تعلیمِ خلق آمده از سما

به حقِ همه انبیاءؑ، اولیاءؒ — که بودند شاں خاصگانِ خدا

به حقِ کسانے که با مصطفےؐ — شهادت گرفتند اندر غزا

به حقِ کسانے که با مرتضےؓ — رفاقت نمودند اندر وغا

به حقِ شهیدانِ دشتِ بلا — که جاں باخت اندر رضائے خدا

به حقِ شهنشاهِ دیں، غوثِ پاکؒ — نوازندهٔ از سمک تا سماک

به حقِ غلامانِ ایں بارگاه — که هر فرد، فرد ست عالَم پناه

به حقِ کسانے که دیوانه اند — به شمعِ جمالِ تو پروانه اند،

به حقِ حریفانه، رندانه وَش — که از جامِ عشقِ تو اند باده کش

به حقِ قلندر وشاں، خاکسار — که دارند از سلطنت ننگ و عار

به حقِ مشائخ که در راهِ دیں — نجوم الهدیٰ اند، و شمس الیقیں

به حقِ کسانے که در علم و فضل — به ترویجِ دیں عمر کردند بزل

به حقِ کریمانِ دینِ متیں — که هستند دیں را نصیر و معیں

به حقِ ضعیفانِ پیرانه سال — که دارند در پارسائی کمال

به حقِ جوانانِ اہلِ صلاح — عَلَیْهِمْ تَحِیَّة به آبِ فلاح

به حقِ همه مومنانِ جهاں — که بر دین و ایماں شده مرگِ شاں

گناهانِ ما را به بخش اے رحیم — که اِنِّیْ لَئِیْمٌ وَاَنْتَ الْکَرِیْمُ

به هر مشکلاتے که داریم ما — به فضلِ خود آساں بکن اے خدا

رهانیدهٔ کشتیٔ نوحؑ را — زِ آفاتِ طوفان، عالَم رُبا

به گردابِ آفات، افتاده ایم — نه باشی اگر نا خدا، چوں رهیم

خدایا تو هستی غفور و رحیم — نگه دار ما را زِ دیوِ رجیم

الٰہی ز وسواسِ خاطر بریش
تسلّیِ دل بخش از فضلِ خویش

بہ حَولِ خود از معصیت دُور دار
زِ عصیاں بہ ہر حال مغفور دار

زِ جملہ ذمائم، بری کن مرا
بہ خوبی و نیکی، قوی کنُ مرا

توُ خلّاقِ مائی و ما بندہ ایم
ز عجز و زبونی سر افگندہ ایم

تو غفّار و ستّار و آمرزگار
من از کردۂ خویشتن شرمسار

بہ توفیقِ حسنِ عمل، کن مدد
زمقبولیِ خویش منمائے رَد

توُ دانی کہ محوِ رضائے توَام
بہ دل جاں نثارِ ولائے توُام

ترا از تو می خواہم اے کردگار!
بہ لطفِ خود، ایں آرزویم برآر

زِ دنیا وُ عقبیٰ نہ دارم ہوس
حصولِ تو واللہ مرا ہست بس

طفیلِ حبیبِ خدائے بے نیاز
بہ وصلِ حقیقی رساں از مجاز

چہ از کم تریں اُمّتِ آں شہم
کمینہ غلامانِ آں درگہم

مظفرؔ و منصور دینش بہ دار
دو عالم بہ زیرِ نگینش بہ دار

جہاں روشن از نورِ اسلام باد
برین آرزو دور ایام باد

علاماتِ کفر از جہاں دُور کن
ہمہ کافراں را تو مقہور کن

بہ دینِ نبیؐ رونقے دہ تمام
کہ بر شرح قائم شود خاص و عام

بدہ حاکماں را توُ توفیقِ خیر
کز ایشاں نیاید ضرر یار و غیر

تَفَضَّلْ عَلٰی جُمْلَۃِ الْمُؤْمِنِیْن
لِئَنْ لَّا یَکُوْنُوْا مِنَ الضَّآلِّیْن

خصوصًا بہ حالِ منِ زار ہیں
کہ جز تو نہ خواہم بہ دنیا وُ دیں

رہائی مرا دہ، زِ چنگِ بلا
بلائے کہ برپاست بر ما، زِ ما

بدہ قوّتِ دل ز دینِ خودم
قوی سینہ کنُ از یقینِ خودم

زِ نورِ ہدایت چراغم فروز
شبِ تار مارا بہ کنُ ہمچو روز

منم در جہاں پُر گنہ عیب کوش  ہمہ عیبِ من پوش اے عیب پوش!

وَضَیَّعتُ عُمرِی بِطُولِ الاَمَلْ  وَکُنتُ مُصِرًّا بِسُوءِ العَمَلْ

خمول و ظلوم و جہولم چناں  کہ گویند بندگاں "الاماں"

لبا گمرہاں از تو رہ یافتند  بہ دیدند از تو، بہ تو ساختند

چہ باشد مرا، ہم کنی رہ بری  کہ گردم زِ ہر عیب و نقصاں بری

پدر، خرقۂ زُور و مکر و فریب  کہ بر فقر کے بخشد ایں جامہ زیب؟

لِسَانِی مَعَ القَلبِ فِی الاِعتِرَافِ  بِسُوءِ الخِصَالِ وَبِالاِعتِسَافِ

بہ قیدِ تن و بندِ جسم اسیر  منم پائے در گِل، توئی دست گیر

توئی دادگر، توئی فریاد رس  توئی بے کس، و زور را زور و کس

توئی شاہدِ بزمِ کون و مکاں  توئی نور بخشِ زمین و زماں

منم بندۂ پُر گنہ، شرمسار  توئی آفرینندہ، آمرزگار

فَاِن لَم تَکُن لِی شَفِیقٌ رَفِیقٌ  اَکُن فِی مُحِیطِ البَلَا یَا غَرِیقٌ

منم ماہیٔ قلزمِ بے کراں  کہ افتادہ ام در سرابِ جہاں

بہ خشکی ہمہ عمر سر کردہ ام  در امواجِ خاکی بسر بردہ ام

بہ ہر سوئے بحر خودم زیں سراب  کہ از پائے تا سر شوم غرقِ آب

درِ معرفت بر دلِ من کشائے  کہ ناید نظر جز تو از ماسوائے

وَہَب مِن لَدُنکَ الضَّمِیرَ المُنِیر  فَاِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیر

بہ گیر از من دما، من و مائیم  کہ ایں ست گبری و ترسائیم

غطے بر گناہِ وجودم بہ کش  خلاصم بہ فرما، ازیں کش مکش

شرابِ محبت بہ نوشاں مرا  جُدا ساز از اہلِ ہوشاں مرا

نہ دانم کہ من کیستم خلق گو؟  بہ جز تو نہ دارم بہ کس گفتگو

خبر دہ الٰہی مرا، زاں مقام — کہ بے صوت می روید آں جا کلام
زِ دنیاؤ دینم ہمیں ست بس — نہ من دانم و نے مرا ہیچ کس
تجلی دہ اے شعلۂ طورِ من — بہ سوزاں بہ یک جلوہ نورِ من
زخود بے خودم ساز، اے ذوالجلال — فراموشیم دہ، زِ ہر قیل و قال
بدہ تاب، اے نورِ جاں بالعجل — ازاں بیش تر، کہ بیاید اجل
سحابِ نمودِ مرا دور کن — تنم را زِ نورت، پُر از نور کن
نہ ماند مرا زِ رسم و رسم خبر — نہ دارد کسے از نشانم خبر
تو باشی ہمیشہ بہ مُلکِ وجود — شہنشاہ و سلطانِ تخت و شہود
بہ عجز و نیازِ من اے بے نیاز — تلطف بہ فرما و بامن بہ ساز

فَطُوبیٰ لِمَن قَلبُہُ المُستَنِیرُ
بِنُورِ الالٰہِ العَلِیمِ الخَبِیرُ

# مستزاد

## (۱)

اے دوست بہ بیں در ہمہ سو روئے خدارا — با عین نگاہے
می داں بہ یقیں ایں ہمگی ما و شمارا — مرآتِ الٰہے

خود بہرِ تماشائے رُخش آمدہ بیروں — از جلوۂ خلوت
گہ دلق بہ بر کردہ و گہ صورتِ دارا — با حشمت و جاہے

گہ سوئے کلیسا شدہ ناقوس بہ دستش — در پردۂ ترسا
گہ کردہ بہ دست آمدہ تسبیح و عصا را — پوشیدہ کلاہے

گہ معتکفِ مسجد و در کنج تفرد — پنہاں زجہاں شد
گہ شاہدِ محفل شدہ آں انجمن آرا — رشک خود وماہے
از روشنیٔ عارض و از تابشِ سیما — وز کاکل وخالش
آور دبروں ایں ہمگی صبح ومسارا — ہر شام و پگاہے
گمراہ طریقے اگرش غیر بہ دانی — اے طالبِ مولیٰ
بینی ہمہ اُو گرہمہ ایں ماؤ شمارا — آئی سُوئے راہے
مانند نیاز آئی بروں از جہِ ہستی — گر عاشقِ حقّی
زاں پس توخدا باشی وبینی توخدارا — در ہر برِ کاہے

# مستزاد

## (۲)

در کسوتِ نو آمدہ آں دل برِ زیبا — ہر شام و پگاہے
گہ مہرِ درخشندہ بہ رُوئے ہمہ دنیا — گہ صورتِ ماہے
گہ فرش، گہے عرش، گہے بحر، گہے بر — گہ صورتِ قطرہ
گہ شکل صدف آمدہ، گہ گوہر یکتا — گاہے برِ کاہے
گہ دلق بہ بر کردہ، بہ بازار بر آمد — در شکلِ گدایاں
گہ تاج بہ سر آمدہ، بر تختِ مُطلاّ — در صورتِ شاہی
گہ پیکرِ لیلیٰ شدہ، خود جلوہ گری کرد — بر مسندِ خوبی
گہ ہیکلِ مجنوں شدہ گردید بہ صحرا — با حالِ تباہے
گہ خندہ کناں رنگِ گل آمد بہ گلستاں — در فصلِ بہاری
گہ نعرہ زناں صورتِ بلبل شدہ شیدا — با نالہ کو آہے

وز روشنیِ چہرۂ زیبائے ہمو نت — این نورِ ہدایت
وین ظلمتِ کفرست بہ کفّار ہویدا — از زلفِ سیاہے
گفت ست چو خود "کمثلہٖ شیئی" — در حضرتِ قرآں
زاں پس بہ چہ ساں دانم وبینم ہمہ اشیا — جز ذاتِ الٰہی
در خلق نیا ز این سخنِ سرِّ حقیقت — بے پردہ مفرما
این راز نگہ دار بہ گنجِ دلِ شیدا — با حفظ نگاہے

# مستزاد

(۴۳)

سرِّ خفی از مطلعِ انوار بر آمد — نادیدہ عیاں شد
از بہر ظہورش پئے اظہار بر آمد — بر خود نگراں شد
خود گفت "انا الحق" بہ سرِ دار بر آمد — سردارِ جہاں شد
خود بود کہ آں بر سرِ انکار بر آمد — تعزیرِ جہاں شد
خود بود کہ بر شاخِ ثمر دار بر آمد — در صورتِ انگور
خود خمر شدہ از خُمِ خُمّار بر آمد — مدہوش کناں شد
خود معتکفِ مسجد و تسبیح بہ دستش — بر روئے مصلّیٰ
ہم خود زِ درِ میکدہ سرشار بر آمد — بے ہوش رواں شد
گہ درہم و دینار، گہے حور و قصور ست — گہ طالبِ اینہا
گہ دست ازیں شیشہ پئے یار بر آمد — یا بندۂ آں شد
گہ شعلۂ نوری شدہ بر طور بر افتاد — تا خلق بترسد
گہ نار شدہ صورتِ گلزار بر آمد — بشگفت، جناں شد

گہ مصحف و قرآن، گہے دیدوپراں ست — گہ دانۂ تسبیح
گہ تار شدہ صورتِ زنار بر آمد — از کفر نشاں شد

گہ نرم دل و صاحبِ اخلاق حمیدہ — تمثال محمدؐ
گہ بر صفتِ ظالم خوں خوار بر آمد — قتّالِ زماں شد

گہ ژالہ و گہ برف، گہے ابرِ مُطیرست — گہ شکل حبابے
در لحظہ بہ دریا شدہ ہموار بر آمد — آں بود کہ آں شد

در شکل نیازؔ آمدہ ایں شرح و بیاں کرد — با غور نگہ کن
خود نیست نیازؔ آں کہ بہ گفتار بر آمد — ناداں بہ گماں شد

---

# اُردو

# ردیف الف

(۱)

گر کون و مکاں مظہرِ نیرنگ نہ ہوتا
ہر آن میں اُس کا یہ نیا ڈھنگ نہ ہوتا

ہوتا نہ اگر اس کے تماشے میں تحیّر
حیرت سے میں آئینہ نمط دنگ نہ ہوتا

گر شانِ پیمبرؐ کی، بوجہل پہ کھُلتی
اسلام کے لانے میں اُسے ننگ نہ ہوتا

اسرارِ حقیقت کے خبردار جو ہوتے
ہفتاد و دو ملّت میں کبھی جنگ نہ ہوتا

امکاں سے باہر ہے تری کُنہ کا پایہ
ورنہ دلِ آگاہ مرا تنگ نہ ہوتا

گر پردۂ غفلت کو تو ہم سے نہ اُٹھاتا
اے عشق نیازؔ آگے ترے سنگ نہ ہوتا

(۲)

چادرِ موج کی نہ چھُپے چہرہ آب کا
برقع حجاب کا نہ ہو برقع حباب کا

اپنا ہی کچھ تصرّفِ اوہام ہے کہ ہم
چہرے پہ حق کے پاتے ہیں پردہ نقاب کا

آنکھیں مُندی ہوئی ہوں تو پھر دن بھی رات ہے،
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

کس کام کی یہ ہستیٔ موہوم کائنات
سیراب کب کرے تجھے دھوکا سراب کا؟

اپنا حجاب آپ ہے، تو اے میاں نیازؔ
اُٹھنے میں تیرے ہوتا ہے، اٹھنا حجاب کا

(۳)

تمھارے عشق میں گر جان کے دینے سے میں اَڑتا
کوئی دن جی کے آخر موت سے مرنا ہی پھر پڑتا

کہاں یہ عشق کا مرنا، کہاں وہ موت سر پڑنا
یہاں اب روحِ قدسی ہوں، وہاں نہ پر زمیں پڑتا

زیارت گاہ عالم آج ہے یارو، مزار اپنا
کہو حاسد کو تو بھی ساتھ میرے آ، یہاں گڑتا

جو پروانے یا بلبل کی طرح مرنے سے تھم رہتا ۔۔۔ یہ رونا شمع کو اُسکے لئے تا صبح کیوں پڑتا؟

یہ سنگینی و سبکی تیری واعظ سب پہ کھل جاتی ۔۔۔ ترازوئے محبت میں اگر آکر کے تو تڑتا

نیاز آخر ترا دل تختِ رب العالمیں ہوتا

خس و خاشاکِ غفلت سے اگر یہ خوب سا جھڑتا

(۴)

اے دل جنابِ قدس میں تو کب رسا ہوا؟ ۔۔۔ دنیا کے پھیر میں ابھی تو ہے پھنسا ہوا

گنجایشِ خیالِ طلسمِ جہاں کہاں؟ ۔۔۔ آنکھوں میں جس کے جلوۂ حق ہو بسا ہوا

قطرے کو حُبِّ جاہ کے، دل سے نکال لے ۔۔۔ یہ بے طرح کا چور ہے دل میں دھنسا ہوا

معیارِ عشق پر زرِ ہمت لگا کے دیکھ ۔۔۔ یکتا جو ہے، طلا ہے، کسوٹی کسا ہوا

گھر کو تو اپنی ہستی کے ویران کر نیاز

ہستی سے حق کی پھر وہ رہے گا بسا ہوا

(۵)

کیا جانے کس کی گھات میں نکلا کسا ہوا؟ ۔۔۔ وہ شوخ ہاتھ قتل جہاں پر رسا ہوا

اپنا تو ملکِ دل ہے کبھی سے اُجڑ گیا ۔۔۔ لیکن چراغِ داغ سے کچھ ہے بسا ہوا

دل خانۂ خدا ہے صنم! اسکو مت گرا ۔۔۔ ممکن نہیں جو پھر بسے، یہ گھر گرا ہوا

ہرگز نہ آئی مہر تجھے، میرے حال پر ۔۔۔ ہر چند آہ و نالہ بہ صبح و مسا ہوا

ہوتا ہے کوئی خندۂ گل سے شگفتہ دل ۔۔۔ اس غنچہ لب کو دیکھا ہے جس نے ہنسا ہوا

اے مرغِ دل اُکھڑ گئے جب بال و پر مرے ۔۔۔ کہہ کیا کرے گا دام سے چھُٹ کر پھنسا ہوا

پھولا نہیں سماتا ہے، جامے میں اپنے پھول ۔۔۔ یا اُس کی بو ہیں پیرہن اپنا بسا ہوا

بیٹھا نہیں ہے ایسا، مرے دلمیں دردِ غم ۔۔۔ بن جی لئے جو نکلے یہ کافر دھنسا ہوا

مارا تمھاری زلف کا ہرگز نہ بچ سکے ۔۔۔ سو بار بچ رہا جو یہ افعی ڈسا ہوا

ہوں میں نیاز مندِ جنابِ امیرؔ کا　　اس واسطے میں صاحبِ فکرِ رسا ہوا

سن سن کے شورِ عشق کے حالات اے نیازؔ
ڈر ڈر کے دل بغل میں ہے جاتا دھنسا ہوا

(۶)

عشق میں آ عجب مزا دیکھا　　خویش و بیگانہ آشنا دیکھا
نکتۂ "اَینَ مَا"[1] سے واقف ہو　　چہرۂ یار جا بہ جا دیکھا
بلکہ یہ بولنا تکلّف ہے　　ہم نے اس کو سنا ہے یا دیکھا؟
دیکھتا آپ ہے، سنے ہے آپ　　نہ کوئی اس کے ماسوا دیکھا
دید کی اپنے تھی اُسے خواہش　　آپ کو ہر طرح بنا دیکھا
صورتِ گلُ میں کھلکھلا کے ہنسا　　شکلِ بلبل میں چہچہا دیکھا
شمع ہو کر کے اور پروانہ　　آپ کو آپ میں جلا دیکھا
کر کے دعویٰ کہیں انا الحق کا　　بر سرِ دار وہ کھنچا دیکھا
تھا وہ برتر شما وُ ما سے نیازؔ
پھر وہی اب شما وُ ما دیکھا

(۷)

یار کو ہم نے جا بہ جا دیکھا　　کہیں ظاہر، کہیں چھپا دیکھا
کہیں ممکن ہوا کہیں واجب　　کہیں فانی، کہیں بقا دیکھا
کہیں بولا "بلیٰ" وہ کہہ کے "الست"　　کہیں بندہ، کہیں خدا دیکھا

---

[1] اشارہ ہے آیت کریمہ "اَینَ مَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجہُ اللہ" کی طرف (یعنی تم جدھر بھی رُخ موڑو اسی طرف اللہ کا رُخ ہے)۔ بیت المقدس کے بجائے خانۂ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز کا حکم نازل ہونے کے وقت مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی۔

کہیں بیگانہ وش نظر آیا کہیں صورت سے آشنا دیکھا
کہیں ہے بادشاہِ تخت نشیں کہیں کاسہ لئے گدا دیکھا
کہیں عابد بنا، کہیں زاہد کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا
کہیں رقاص اور کہیں مُطرب کہیں وہ ساز باجتا دیکھا
کہیں وہ در لباسِ معشوقاں بر سرِ ناز اور ادا دیکھا
کہیں عاشق نیاز کی صورت
سینہ بریاں و دل جلا دیکھا

(۸)

تمھارے دورے میں ہم نے ساقی عجب ہی دورِ شراب دیکھا
اِدھر تو واعظ گرا پڑا ہے، اُدھر کو زاہد خراب دیکھا
جو ایک جھپکی میں جز سے کلُ ہو، اور ایک قطرے سے ہوئے دریا
تمام عالم میں تو نے ہمدم، کوئی بھی مثلِ حباب دیکھا؟
وہ مست مے خوار اِدھر کو آیا، مگر یہ لا یچ ہے اُس کو لایا
کہ میرے خوں کو شرابِ گلگوں، دل و جگر کو کباب دیکھا
چمن میں نرگس کہیں ہے بیمار اُس کی آنکھوں کو دیکھ کر کے
کہیں ہے زُلفوں کے غم میں سنبل نے ہائے کیا پیچ و تاب دیکھا
تمھارے مکھڑے کو نیچے زلفوں کے دیکھ کر کیا مثال کہیے
برائے گفتن مگر یہ کہیے کہ مہر زیرِ سحاب دیکھا
نہیں ہے دھوکا کچھ اس میں اے دل! کہ ہے یہ دھوکا طلسمِ عالم
جو کچھ سُنا تھا سو ہے فسانہ، جو کچھ کہ دیکھا، سو خواب دیکھا

نیازؔ ایسا ولیٔ برحق کہ پیر و مرشد ہو اولیا، کا
بتا تو اُمت میں اُس نبی کی کوئی بھی بن بوترابؑ دیکھا

(۹)

جوں ہی آمدِ آمدِ عشق کا، مجھے دل نے مژدہ سنا دیا
خرد و حواس و شکیب نے وہیں کوس کوچ بجا دیا

جسے دیکھنا ہی محال تھا، نہ تھا اُس کا نام و نشاں کہیں
سو ہر ایک ذرّے میں عشق نے، ہمیں اس کا جلوہ دکھا دیا

کروں کیا بیاں میں ہم نشیں، اثر اُس کی لطف و نگاہ کا
کہ تعینات کی قید سے، مجھے ایک دم میں چھڑا دیا

مرے چکھنے کے لئے ایک جرعہ بھی اُس شراب کا تھا بہت
تو نے سیر چشمی سے ساقیا، سر خُم کو بے کے جھکا دیا

مجھے عشق دل سے ہی کام تھا، نہ کہ استخوان کو پھونکنا
غضب ایک شرر کے واسطے، تو نے نیستاں کو جلا دیا

تری ناصحا یہ چناں چنیں، کہ ہیں خود پسندی کے سب قریں
نہ دکھائی دے گی تجھے کبھی، کہیں جو بھی کسی نے بجھا دیا

رکھے ہیں نیازؔ یہ اہلِ دل، ترے شعر سننے کا اشتیاق
غزل ایک دوسری اور کہہ، تجھے حق نے فکرِ رسا دیا

(۱۰)

تو نے اپنا جلوہ دکھانے کو، جو نقاب منھ سے اُٹھا دیا
وہیں محوِ حیرت و بے خودی، ہمیں آئینہ سا بنا دیا[۱]

---

[۱] دیوانِ نیازؔ مطبوعہ نولکشور ۱۹۳۷ء (دسویں ایڈیشن) میں یہ مصرع اس طرح تھا
(باقی مضمون صفحہ ۱۱۰ پر دیکھئے)

وہ جو نقشِ پا کی طرح رہی تھی نمود اپنے وجود کی
سو کشش[1] نے دامنِ ناز کی، اسے بھی زمیں سے مٹا دیا

کیا ہی[2] چین خوابِ عدم میں تھا، نہ تھا زلفِ یار کا کچھ خیال
سو جگا کے شورِ ظہور نے، مجھے کس بلا میں پھنسا دیا

ذرا چھُپ نگاہِ رقیب سے پڑی اُس گلی میں تھی میری خاک
تو نے ایک جھونکے میں اے صبا، اسے بھی وہاں سے اُڑا دیا

رگ و پے میں آگ بھڑک اُٹھی، پھُنکے ہے پڑا سبھی تن بدن
مجھے ساقیا مئے آتشیں کا یہ جام کیسا پلا دیا؟

یہ نہال شعلہ رحسُن کا، ترا بڑھ کے سر بہ فلک ہوا
مری کاہِ ہستی نے مشتعل ہو، اُسے یہ نشو و نما دیا

جبھی جا کے مکتبِ عشق میں، سبق مقامِ فنا دیا
جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے، سبھی ایک پل میں بھُلا دیا[3]

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹ ؏ وہیں حیرت و بیخودی نے آ مجھے آئینہ سا بنا دیا
لیکن مجموعۂ نغز جلد دوم صفحہ ۲۸۹ پر یہ مصرع اس طرح درج ہے ؏
وہیں محوِ حیرت و بیخودی، ہمیں آئینہ سا بنا دیا

[1] "سے" بجائے "نے" "سخن شعرا" صفحہ ۵۳۶۔ "نے" بجائے "سے" "مجموعۂ نغز جلد دوم صفحہ ۲۸۹ "سے" بجائے "نے"۔ گلشن بے خار صفحہ ۲۳۳

[2] "مجھے" بجائے "کیا ہی" سخن شعرا صفحہ ۵۳۶ و گلشنِ بے خار صفحہ ۲۳۳ - دونوں تذکروں میں دوسرے مصرع میں "یہ" بجائے "سو" ہے۔

[3] مجموعۂ نغز جلد دوم صفحہ ۲۸۹ پر یہ مصرع اسی طرح درج ہے لیکن دیوان نیاز مطبوعہ کشوری ۱۹۳۷ء کے صفحہ ۴۴ پر یہ مصرع اس طرح درج ہے ؏
جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے سو وہ صاف دل سے بھُلا دیا

(۱۱)

خانقاہِ چشت میں جس نے قدم پہلا رکھا ۔۔۔ دوسرا اُس کا قدم، پھر عرشِ بالا پر ہوا
قاب قوسین اُسکے آگے ایک ادنی ہے مقام ۔۔۔ واں پہونچ کر کچھ نہ پوچھو کیا سے کیا وہ ہو گیا
نقشِ ہستی مٹ گیا، نام ونشاں سب اُڑ گیا ۔۔۔ صاف مطلع ہو گیا، جو تھا یہاں، واں کچھ نہ تھا
سخت مشکل ہے دلا، پھر اُس کا آنا اس طرف ۔۔۔ ورنہ اُن مُردوں میں ہے جن کو مسیحا نے جلا

کیا ہی جی کو بھائی ہیں باتیں یہ تیری اے نیاز
قولِ حق تو ہم سمجھتے ہیں میاں تیرا کہا

(۱۲)

معمور ہو رہا ہے، عالم میں نور تیرا ۔۔۔ از ماہ تا بہ ماہی سب ہے ظہور تیرا
اسرار احمدی سے آگاہ ہو سو جانے ۔۔۔ تو نورِ ہر شرر ہے، ہر سنگ طور تیرا
ہر آنکھ تک رہی ہے، تیرے ہی منھ کو پیارے ۔۔۔ ہر کان میں ہوں پاتا معمور شور تیرا
جب جی میں یہ سمائی جو کچھ کہ ہے سو تو ہے ۔۔۔ پھر دل سے دُور کب ہو، قرب و حضور تیرا؟
وحدت کے ہیں یہ جلوے نقش و نگارِ کثرت ۔۔۔ گو سِرّ معرفت کو پاوے شعور تیرا

گر حرفِ بے نیازی، سرزد نیاز سے ہو
پُتلے میں خاک کے ہے، پیارے غرور تیرا

(۱۳)

اے دل کہیں نہ جائیو، زنہار دیکھنا ۔۔۔ اپنے ہی بیچ یار کا دیدار دیکھنا
خوباں کا اس جہاں کے تماشا جو تو کرے ۔۔۔ آئینہ دار طلعتِ دلدار دیکھنا
نیرنگیوں سے یار کی حیراں نہ ہو جیو ۔۔۔ ہر رنگ میں اُسی کو نمودار دیکھنا
اے دل قمارِ عشق میں ٹک دیکھیو سنبھل ۔۔۔ بازی نہ دیجیو ہار مرے یار دیکھنا
گر نقدِ جاں طلب کرے، وہ شوخ دلربا ۔۔۔ انکار واں نہ کیجیو زنہار دیکھنا

ہرگز دوا نہ کیجیو اس غم کی اے نیازؔ
سب راحتوں سے اس کو مزیدار دیکھنا

# ردیف ٹ

(۱۴)

لشکرِ غم آ پڑا اقلیمِ دل پہ ٹوٹ ٹوٹ
یاں ندائے الاماں تھی، واں صدائے لوٹ لوٹ

دیکھ کر نیرنگیاں تیری، اسیرانِ ملل
ملت و مذہب کی قیدوں سے گئے ہیں چھوٹ چھوٹ

ٹک بچائے پاؤں کو سنبھلا ہوا گھر سے نکل
پٹ گیا کوچہ ترا شیشے دلوں کے پھوٹ پھوٹ

کچھ بھی تجھ میں ہے مروّت، اے بتِ ناآشنا
تیری آنکھوں میں سیہ چشمی بھری ہے کوٹ کوٹ

ہاتھ ہاتھوں کے کب آتی ہے میاں تیری کمر
جبکہ وہ رہ جائے ہے شستِ نگہ سے چھوٹ چھوٹ

گرم رو راہِ عدم کا ہوں اگر آوے تو آ
سانس کو اب تک تو چھاتی میں رکھا ہے گھوٹ گھوٹ

چل بچل ہے کارخانہ ہستی موہوم کا
چل نیازؔ اب حق سے مل، اپنی خودی سے چھوٹ چھوٹ

(۱۵)

رات تیری یاد میں اتنا میں رویا پھوٹ پھوٹ
ٹوٹا پانی آنسوؤں کا، آنکھیں آئیں ٹوٹ ٹوٹ

عقل و دیں کی نسبتیں، تاب و تواں کی فکر میں
یوں غنیمِ غم نے کیں ویران ساری لوٹ لوٹ

پیچ میں زلفوں کو آ کر کب نکل سکتا ہے دل؟
گرچہ بھاگا ہے وہ بچ کے اجل کے چھوٹ چھوٹ

ہاتھ کو دنیا و دیں سے جھاڑ لے اے اہلِ وجد!
مت ستا ناحق زمیں کو پاؤں اپنے کوٹ کوٹ

رشتۂ دلوائے ہستی میں شکست و ریختن
گر بنا اپنی بنی چاہے، بنا کر توڑ توڑ

کیا کروں رازِ دروں کو آگے چھپ سکتا نہیں
ضبط کر کے تھا چھپایا اب تلک تو گھوٹ گھوٹ

جوش زن عشق کی شیشی اب خمِ دل میں نیاز
گہ اُبل باہر گرے، گہ خم سے نکلے پھوٹ پھوٹ

(۱۶)

اس تعین کی گرفتاری سے اے دل چھوٹ چھوٹ
آ، حباب آسا، بہ دریائے حقیقت ٹوٹ ٹوٹ

یہ سب ادیان و ملل ہیں شاخہائے یک درخت
ایک جڑ سے ہیں یہ نکلی ڈالیاں سب پھوٹ پھوٹ

جب تلک نمرود سا پندار تیرے سر میں ہے
سرزنش کی موگری سے سر کو اپنے کوٹ کوٹ

لُٹ رہا ہے گنجِ عرفاں بر درِ شاہِ عرب
دیکھتا کیا ہے دلا، چل دونوں ہاتھوں لُوٹ لوٹ

وہ جو تھے زندانِ ناسوتی کے مُدت سے اسیر
اَوجِ لاہوتی کو پہونچے اک نگہ میں چھُوٹ چھوٹ

خدمتِ مرشد میں رہ جُوں برگِ گل ہمراہِ قند
فیضِ صحبت کب اُٹھے جبتک نہ ملئے ٹوٹ ٹوٹ

عالمِ بالا کو پہونچو گے کوئی دم میں نیاز
گر رکھا ایسا ہے، دُودِ آہ، دل میں گھوٹ گھوٹ

(۱۷)

آہ غنیمت خانۂ دنیا میں کیا، کی لُوٹ لوٹ
تھے کئی دم جو رفیقِ اپنے، گئے سب چُھوٹ چھوٹ

قاضی و مُلّا و مفتی، محتسب، زاہد، فقیر
سب گئے دَورے میں تیرے میکدے کو پُھوٹ پھوٹ

چشمِ بد سے دُور رکھیو، کیا ہی آب و تاب ہے
ہونگی یہ آنکھیں بنائی موتیوں سے کُوٹ کوٹ

دیکھ میرا خونِ اشک، اُس نے کہا تب مجھکو دیکھ
تیری آنکھوں میں گئی میری حنا سب چھُوٹ چھوٹ

کیا ہی نازک ہے میاں، تیرا گلو، نامِ خدا
ہے جھلکتا پان کا رنگ اس سے باہر پھُوٹ پھوٹ

تیرے بکنے پر ہنسی آتی ہے مجھ کو ناصحا!
اب تلک تھم تھم رہا ہوں منہ کو اپنے کُوٹ کوٹ

اب تو عاشق ہو چکے ہو گے، جو ہو، سو ہو نیاز
عشق طفلوں کی نہ ہو بازی کہ جاوے ٹُوٹ ٹُوٹ

# ردیف ر

(۱۸)

خاک کے پُتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہے شور
جن و ملک کے اوپر کر رہا ہے اپنا زور

عشق کے میداں میں آ، صورتِ انساں بنا
عاشقِ مولا ہوا، چاند کا جیسے چکور

سینے میں قلزم کو لے، قطرہ کا قطرہ رہا
ہائے یہ وسعت تری، اُف رے سمندر کے چور

جب ہوا جلوہ گر، تختِ خلافت اوپر
عالمِ ملکوت کے اُڑ گئے ہاتھوں کے مور

دل میں ہم اپنے نیاز رکھتے ہیں سو طرح کے راز
سُوجھے ہے یہ بھید، اُسے جس کی نہ ہو چشم کور

# ردیف ڑ

(۱۹)

سمند ناز کی جب سے اباگ دی ٹک چھوڑ
وہیں ٹھٹک رہی برہان سلمی منھ موڑ

جو خط جوہری ممکن نہیں حکیم گنے
تو اُس کی دیکھ کمر کیا کرے گا توڑ اور جوڑ

کب اُس کی تیرِ نگہ کا، کسی سے ہو انداز
جہاں ہو پنجۂ سوفار، بھال کا سر توڑ

کہاں تھی رات، کدھر تھی، نظر نہ آئی رات
نقابِ زلف دیا شب جو اُس نے منھ پر چھوڑ

نہیں کو تیری نہیں ہے، نہ ہے کو تیری نہیں
زمانہ ٹوٹ پڑے، پر نہ پلٹے تیری ہوڑ

ٹھٹک رہا ہے تری کو دیکھ چاند میں طفرہ
دل ایسی کونسی کل ہے جسے تو لے ہے مروڑ

نیاز شعر خیالی نہیں پسند عوام
غزل کہو تو کہو تک خیال بندی چھوڑ

(۲۰)

ہمارے شیشۂ دل کو جو توڑتا ہے، توڑ
پر اسکو پھینکیو ٹک اپنی رہ گذر کو چھوڑ

تو اپنی جور و جفا سے نہ در گذر پیارے
میں اپنی مہر و وفا سے نہ لوں کبھی منھ موڑ

محبت اپنی نہ ٹوٹے گی آپ کے توڑے
ہزار گونہ اگر توڑے گا، نہ لوں گا جوڑ

یہ عشق ایسا چھلاوا ہے، جسکے چھل میں دیو
دیوانہ ہو کہے ہے کس بلا کی مجھ پر کھوڑ

ہر ایک رات شب قدر سے ہو روشن تر
گر اپنے منھ کو وہ مہ رُو، بہ سمت شب لے موڑ

جمالِ یار کے قابل نہیں مری آنکھیں
اب ان کو بند رکھوں میں ہمیشہ، یا دوں پھوڑ

میں ایک بات بھی تیری نہ مانوں اے واعظ
کہے جو ایک سے توڑے کے تا بہ لاکھ کروڑ

چوئے ہے حضرتِ شبیرؑ کے یہاں رہتی
جو سرخ رنگ رنگا چاہے جا، دلائے لوڑ

اگر حقیقتِ عرفان کا ہے شور مچا
نیاز فکر سخن کر رہِ مجاز کو چھوڑ

(۲۱)

حباب کی طرح اپنے تئیں بنا کے توڑ
طریقِ حق میں یہی توڑ ہے، خدا سے جوڑ

بدن کے توڑے ہوا ہی کے ساتھ نکلے گا
خدا ہی نکلے جو دیجئے خودی کا بھانڈا پھوڑ

تعینات کے نقطوں سے ہے کثیر اَحد
وہی ہے ایک، یہ دس، سو، ہزار، لاکھ، کروڑ

صنم کو پوجے برہمن، حرم کو مانے شیخ
یہ دونوں ایک ہیں مانوں کسے، کسے دوں چھوڑ

سوائے ہستیٔ حق کے جو کچھ نظر آوے
یقین جانو کہ یہ دو خیال کی ہے کھوڑ

ازل سے لیکے ابد تک، وہی ہے، جو ہے، سو ہے
بہ رنگِ بحر رواں، جس میں ہے نہ توڑ، نہ جوڑ

عبث ہیں شعر و سخن کے یہ جوڑ توڑ نیاز
تو اپنے ذکر کی اور فکر کی طرف منھ موڑ

# ردیف ش

(۲۲)

جس یار کی ہو یاد میں گھربار فراموش
ہوتا ہے کوئی دل سے وہ دلدار فراموش؟

جو مست ہیں تجھ درس کے لئے ساقی سرشار
ہو کیوں نہ انھیں خانۂ خمار فراموش

گر بادۂ توحید پئیں اہلِ مشارب
ہفتاد و دو ملت کی ہو تکرار فراموش

پردے کو ٹک اک منھ سے اگر یار اٹھا دے
ہو جاویں زخود مردمِ ہشیار فراموش

یہ چہرۂ زیبا جو برہمن کبھی دیکھے
ہو جائے اُسے بُت کی پرستار فراموش

گر کبکِ دری چال تری بانکی یہ دیکھے
رہ جائے اچک اور کرے رفتار فراموش

جب دل میں کھنچا نیازؔ کے تجھ حسن کا نقشہ
ہو کیوں نہ اُسے صورتِ اغیار فراموش

# ردیف ک

(۲۳)

غم کو ٹک کرتا ہے کم جریانِ اشک
طرفہ رکھتا ہے اثر درمانِ اشک

سوزِ دل سے پھُنک گیا سب رختِ تن
اب ہے دستِ آستیں دامانِ اشک

آہِ آتش بار کے شعلوں کو دیکھ!
آہ پل پل سوکھتی ہے جانِ اشک

گرتے گرتے تختگاہِ چشم سے
رل گئے مٹی میں یہ خاقانِ اشک

تھیں یہ آنکھیں معدنِ نورِ بصر
آج کل کچھ ہو گئی ہیں کانِ اشک

ہیں جواہر خانہ وہ آنکھیں نیازؔ
جس سے نکلے ہیں دُرِ غلطانِ اشک

(۲۴)

کیا بلا ہے ان دنوں طوفانِ اشک
رات دن ہے بارشِ بارانِ اشک

یا الٰہی زورقِ گردوں سنبھال،
بے طرح اُمڈا ہے یہ طوفانِ اشک

پُھنک چکے تھے ہم تو اے یار و ابھی
گر نہ ہوتا اس گھڑی احسانِ اشک

جن کو آنکھوں میں سدا رکھتے تھے ہم
رل گئے گلیوں میں وہ طفلانِ اشک

تھیں یہ آنکھیں منظرِ ایوانِ تن
ہو گئیں اب مجریٔ عمّانِ اشک

کچھ نہیں ہوتا ہے رونے سے نیازؔ
لغو ہے گر ہو کوئی نازانِ اشک

# ردیف گ

(۲۵)

آتی ہے جب کہ نشۂ توحید کی ترنگ
دکھلائے ہے تجلّیٔ طوری ہر ایک سنگ

آنکھوں میں اپنے جلوۂ نیرنگ چھا گیا
گر لعل ہے گہر ہے ہیں رنگ، اشک رنگ رنگ

سینے میں میرے آہ دھواں سا اُٹھے ہے کچھ
لگتا ہے دل میں جب نگہِ گرم کا خدنگ

سب کر چکی ہے اپنی حریم تعلّقات
مہرِ بتاں کی باقی ہے کچھ کچھ مگر اُمنگ

دریائے دل سے اُٹھتی ہے موجِ اُلوہیت
رہتی ہے دل میں سوریٰ انا اللہ کی اُمنگ

گردابِ دل میں زورقِ گردوں جو غرق ہو
وسعت نہ ہوئے اسکے نیازؔ ایک ذرّہ تنگ

(۲۶)

کس پیار کی نگاہ کا دل میں لگا خدنگ
مرگ و حیات اپنی ہوئیں دونوں ایک رنگ

کیا طرفہ اجتماعِ نقیضین ہے حکیم
آنکھوں کے وہ لڑانے میں رکھتا ہے صلح و جنگ

جور و جفا میں تیری ہمیں لطف تازہ ہے
ہوتا ہو تنگ حوصلہ، کوئی ملول و تنگ

چشم سیہ کی تیری، جو اُس پر پڑی نگاہ
ہندو ہو تیری آنکھ کو، پُوجے بُتِ فرنگ

داغِ جبیں پہ اپنے تو نازاں ہے زاہدا!
شاید ہمارے دشت کا دیکھا نہیں پلنگ؟

ہیں تند خُو، و سنگدل اے دل یہ نرم رو
نکلے ہے دل سے شمع کے دیکھو شرار سنگ

بیٹھا جو ہے تو عشق کے دریا میں اے نیاز
دیکھا نہیں ہے اُس کی بَلا کا مگر نہنگ

(۲۷)

دکھلا رہا ہے شاہدِ نیرنگ اپنے رنگ
دیکھ اُسکی جلوہ گریوں کو ہیں عقل و ہوش دنگ

آتا ہے کِس ادا سے وہ کافر بُتِ فرنگ
تیرِ نگاہ لیس رہے کیوں نہ بہرِ جنگ

سودے میں زلف کے ہمیں جینا ہوا وبال
پیاسا ہو، سر کے جھونٹے سے لٹکا ہے یہ پھونگ

بلبل کو شکل گُل ہو، چمن میں رُلا دیا
ہو شمع انجمن میں جلایا کہیں پتنگ

تیرِ نگاہ یار میں جو زور توڑ ہے
ناوک اِدھر خجل ہے، اُدھر دنگ ہے خدنگ

وہ پارسا ہیں دور میں تیرے خراب و مست
مستی کے نام سے جنھیں آتا تھا عار و ننگ

فرشِ نشیں ہے خاک نشینوں کا بسترا
بے خانمانِ عشق کا تکیہ ہے خشت و سنگ

خونِ جگر رواں ہے یہ مجرائے چشم سے
کہتے ہو تم نیاز جسے اشکِ سرخ رنگ

# ردیف ن

(۲۸)

دشت پیمائی سے ہے آج بیاباں نازاں
اپنی پاپوش سے ہے خارِ مغیلاں نازاں

چاک ہاتھوں سے ہے جیب اشکوں سے تر ہے دامن
جیب نازاں ہے یہاں، اور وہاں داماں نازاں

نخچیرِ زنجیرِ جنوں ہے یہ تری پابندی — اور مری قید سے ہے خانۂ زنداں نازاں
پھنس گئے دام میں اُسکے جو دل و جانِ جہاں — کیوں نہ دلجمعی سے ہو زلفِ پریشاں نازاں؟
تجھ سے تو بجھ نہ سکی آتشِ غم بھی اے ابر! — کون سے کام پہ ہے تو اُرے ناداں نازاں؟
ٹک ذرا ہوتی ہے کم وحشتِ دل رونے سے — ہے سزاوار جو ہوں دیدۂ گریاں نازاں
رشک میں ہیں مرے آنسو سے ترے دُرِّ یتیم — مدت گہر ریزی پہ ہو بارشِ نیساں نازاں

ہیں دل و جاں مرے شاہِ نجف پہ قربان
اے نیاز اسلئے ہیں میرے دل و جاں نازاں

(۲۹)

کیا ہی پھولی بہار آنکھوں میں؟ — ہے جہاں، لالہ زار آنکھوں میں
پھول کرتے ہیں کیا عجیب و غریب — کون ہے دستکار آنکھوں میں؟
شیرِ مادر تھا یا شرابِ کہن — جس کا ہے یہ خمار آنکھوں میں
کچھ لڑی جاتی ہے نگہ اپنی — کس نے پکڑا قرار آنکھوں میں
چھوڑ کر سینہ شاید آیا ہے — اب دلِ بے قرار آنکھوں میں
وحدت ایسی ہوئی ہے جلوہ نما — ایک ہے، سو ہزار آنکھوں میں
ہم کو نقاش ہے نظر آتا — سب یہ نقش و نگار آنکھوں میں

جس کو سمجھے تھے قطرہ ہے وہ نیاز
قلزمِ بے کنار آنکھوں میں

(۳۰)

کچھ نہیں کھلتا مجھے میں کون ہوں — صورتِ حیرت[1] ہوں یا شکلِ جنوں؟

---

[1] مجموعہ نغز جلد دوم صفحہ ۲۸۹ پر یہ مصرع اس طرح درج ہے۔ صورتِ وحشت ہوں یا مجنوں ہوں۔ مگر یہ کتابت کی تحریف معلوم ہوتی ہے کیونکہ "ہوں" ردیف و قافیہ ہے جسکی دونوں مصرعوں میں تکرار محلِ نظر ہے۔ (مرتب)

عشق ہے سرمایۂ دیوانگی — سحر کب پاتا ہے اس کو اور فسوں؟
آہ[1] طالع نے مجھے رسوا کیا — ورنہ پنہاں تھا مرا رازِ دروں
گر نہ بہتے لختِ دل آنکھوں کی راہ — رنگِ اشک ایسا نہ ہوتا رشکِ خوں
حسنِ جاناں جلوہ گر ہر شے[2] میں ہے — دید میں اپنی نہیں کوئی زبوں
کون پا سکتا ہے مجھ گم گشتہ کو — دین ڈھونڈھے آکے، یہ دُنیائے دُوں

جس نے پہچانا ہے اپنے آپ کو
ہے نیازؔ اپنے قدم پر سرنگوں

(۳۱)

اگرچہ میں سیرِ بُتاں دیکھتا ہوں — ولے جلوۂ حق عیاں دیکھتا ہوں
بنے جس طرح، حق پرستی ہوں کرتا — مگر خود پرستی زیاں دیکھتا ہوں
جو ربّ الحرم ہے، صنم بھی وہی ہے — حرم دیر میں ایک ساں دیکھتا ہوں
اسے برہمن اور اُسے شیخ مانے — یہ آپس کا جھگڑا یہاں دیکھتا ہوں
ازل سے ابد تک جو کثرت ہے پیدا — سو، وحدت کا دریا رواں دیکھتا ہوں

نیازؔ اب کہوں کس سے رازِ حقیقت؟
یہ عالم سراپا گماں دیکھتا ہوں

بھلا اک غزل اور بھی ایسی کہیو — تجھے میں فصیح البیاں دیکھتا ہوں

(۳۲)

جدھر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں — خدا ہی کا جلوہ عیاں دیکھتا ہوں
نہ تن دیکھتا ہوں، نہ جاں دیکھتا ہوں — تجھی کو نہاں اور عیاں دیکھتا ہوں

---

[1] آہ دنالے نے مجھے رسوا کیا۔ مجموعۂ نغز دوم صفحہ ۲۸۹
[2] حسن جاناں جلوہ گر ہے ہر جگہ " " ۲۸۹

اگر کوئی جانِ جہاں غیرِ حق ہے　　سو میں اس کو دھوکا گماں دیکھتا ہوں
یہ جو کچھ کہ پیدا ہے سب عینِ حق ہے　　کہ اک بحرِ ہستی رواں دیکھتا ہوں
کہاں غیر ہے اور کسے غیر جانوں　　سوی اللہ کدھر ہے، کہاں دیکھتا ہوں
جسے ذاتِ بے رنگ و بے چوں کہے ہیں　　بہ ہر رنگ جلوہ کناں دیکھتا ہوں

نیاز اب ہوا ناتوانی سے تو پیر
ولے عشق تیرا جواں دیکھتا ہوں

(۳۳)

ملکِ خدا میں یارو آباد ہیں تو ہم ہیں　　تعمیرِ دو جہاں کی بنیاد ہیں تو ہم ہیں
دیکھا پرکھ پرکھ کر آخر نظر پڑا یہ　　گر نقد ہیں تو ہم ہیں نقاد ہیں تو ہم ہیں
اپنا ہی دیکھتے ہو تم بند و بست یارو　　گر داد ہیں تو ہم ہیں فریاد ہیں تو ہم ہیں
پھیلا کے دامِ الفت گھرتے گھراتے ہم ہیں　　گر صید ہیں تو ہم ہیں صیاد ہیں تو ہم ہیں
ٹھہرا ہے عشق بازی دن رات کھیل اپنا　　گر قیس ہیں تو ہم ہیں فرہاد ہیں تو ہم ہیں
شادی و غم یہ دونوں اپنی ہی حالتیں ہیں　　دلگیر ہیں تو ہم ہیں اور شاد ہیں تو ہم ہیں
کاریگری کی اپنی یہ سب مصوری ہے　　تصویر ہیں تو ہم ہیں بہزاد ہیں تو ہم ہیں
ہستی کے کاغذوں پر اپنے ہی دستخط ہیں　　گر فرد ہیں تو ہم ہیں اور صاد ہیں تو ہم ہیں
جو کچھ کہ یہ گڑھت ہے سو ہے ہٹوتی اپنی　　فولاد ہیں تو ہم ہیں حداد ہیں تو ہم ہیں
روئے زمیں کے اوپر مانندِ گردِ بادی　　گر خاک ہیں تو ہم ہیں اور باد ہیں تو ہم ہیں

تعلیم اور تعلّم سب ہے نیاز اپنا
شاگرد ہیں تو ہم ہیں استاد ہیں تو ہم ہیں

(۳۴)

یہ تیری جلوہ گریاں آنکھوں میں چھا رہی ہیں　　پیاری ادائیں تیری دل میں سما رہی ہیں

اُودھر[1] تو زلفیں کھنچیں دل اپنی ہی طرف کو  ایدھر[2] اشارتوں سے آنکھیں بُلا رہی ہیں

غمزے کے لشکروں کو اپنا ہی طنطنہ ہے  سج دھج کو دیکھو اپنی نوبت بجا رہی ہیں

سوئے چمن ہوا ہے، شاید گذر تمھارا  جو آج عندلیبیں دُھومیں مچا رہی ہیں

کُھل جائیں تیری نرگس! آنکھیں جو دیکھے اسکو  جبتک نہیں ہے دیکھا، باتیں بنا رہی ہیں

محرابِ سجدہ کہیے، یا تیغ اُن بھوؤں کو  لاکھوں ہی سر جو آگے اپنی جھکا رہی ہیں

اعجاز کر رہی ہیں، ناز و ادائیں تیری  وہ قتل کر رہی ہیں اور وہ جِلا رہی ہیں

بھاتا نہیں ہے کوئی تجھ بن نیاز کو اَب  تیری پیاری باتیں اُس کو بھا رہی ہیں

کیونکر نیاز مانے اوروں کی خوش کلامی
اس کو تو پیاری باتیں پیارے کی بھا رہی ہیں

(۳۵)

رواں آنکھوں سے ہے سیلابِ گلگوں  الٰہی چشم ہے، یا چشمۂ خوں

جو شیریں تجھ کو دیکھے کوہ کن ہو  اگر لیلیٰ ہو، یاں ہو جائے مجنوں

یہ دل وہ نیّرِ خاکی ہے یارو  بلا گرداں ہے جس پر مہرِ گردوں

ترے آئینۂ رُخ کی صفا دیکھ  تحیّر میں ہے اشراقِ فلاطوں

علیِ مرتضیٰؓ ختم الرُّسُل ہے
نیاز ایسے ہیں جُوں موسیٰؑ کے ہارونؑ

(۳۶)

کافرِ عشق ہوں میں بندۂ اسلام نہیں  بُت پرستی کے سوا اور مجھے کام نہیں

عشق میں پوجتا ہوں قبلہ و کعبہ اپنا  ایک پل دل کو مرے اُسکے بن آرام نہیں

---

[1] اب متروک ہے۔ یعنی اُدھر  [2] اب متروک ہے یعنی اِدھر

ڈھونڈھتا ہے تو کدھر یار کو میرے اے ماہ! | منزلش در دلِ ما ہست لبِ بام نہیں
بوالہوس عشق کو تو خانۂ خالی مت بوجھ | اس کا آغاز تو آسان ہے انجام نہیں
پھانسنے کو دلِ عشاق کے الفت بس ہے | گھیر لینے کو یہ تسخیر کم از دام نہیں
کام ہو جائے تمام اُس کا پڑے جس پہ نگاہ | تشنۂ چشم کو پھر حاجتِ صمصام نہیں
ابر ہے، جام ہے، مینا ہے، مئے گلگوں ہے | ہے سب اسبابِ طرب، ساقیٔ گلفام نہیں
ہائے رے ہائے، چلی جاتی ہے یہ فصلِ بہار | کیا کروں بس نہیں اپنا، وہ صنم رام نہیں
جان جاتی ہے چلی، دیکھ کے یہ موسمِ گل | ہجر و فرقت کا مری جان! یہ گلفام نہیں
دل کے لینے ہی تلک مہر کی تھی ہم پہ نگاہ | پھر جو دیکھا تو بجز غصہ و دشنام نہیں

رات دن غم سے ترے ہجر کے لڑتا ہے نیاز
یہ دل آزاری مری جان! بھلا کام نہیں

(۳۷)

عاشقِ زار ہوں میں طالبِ آرام نہیں | ننگ و ناموس سے کچھ اپنے تئیں کام نہیں
بے سروپائی سے عشاق کو خطرہ کیا ہے | اثرِ عشق ہے یہ، گردشِ ایام نہیں
نشۂ چشم سے ہوں ساقیٔ توحیار کی مست | احتیاج اپنے تئیں ظرفِ مئے و جام نہیں
بوالہوس پاؤں نہ رکھیو کبھی اس راہ کے بیچ | کوچۂ عشق ہے، یہ رہ گذرِ عام نہیں
بے نہایت ہے کہ پایا نہیں جس کا پایاں | جس جگہ پہونچے ہے آغاز ہے انجام نہیں
عالمِ عشق کی دنیا ہی نرالی دیکھی، | سحر و شام وہاں یہ سحر و شام نہیں
زاہدا! حال مرا دیکھ کے حیراں کیوں ہے؟ | مشربِ کفر ہے یہ ملتِ اسلام نہیں
ساقیٔ مست کے دیدار کا سرشار ہوں میں | اس لئے دل کو تمنائے مئے و جام نہیں

عار کیا ہے تجھے لوگوں کی ملامت سے نیاز
عاشقوں میں تُو اکیلا ہی تو بدنام نہیں

(۳۸)

نیستی نیستی ہے یارو، اور ہستی کچھ نہیں
بیخودی مستی ہے یارو! اور مستی کچھ نہیں

لامکاں کی منزلت پاتا ہے کب کون و مکاں؟
"ہُو" کے ویرانے کے آگے، ہے گی بستی کچھ نہیں

کچھ نہیں سب کچھ ہے یارو، اور سب کچھ کچھ نہیں
تُف ہے اس ہستی پہ اے ہمدم، یہ ہستی کچھ نہیں

کچھ نہیں ہے، وہ جسے کہتے ہیں پستی اے میاں
فقر میں پستی یہی ہو، اور پستی کچھ نہیں

بندگی اور حق پرستی کچھ نہ ہونا ہے نیاز
کچھ نہ ہونے کے سوا، اور حق پرستی کچھ نہیں

# ردیف و

(۳۹)

مدرسے میں عاشقوں کے جس کی بسم اللہ ہو
اس کا پہلا ہی سبق یارو! فنا فی اللہ ہو

یہ سبق طولانی ایسا ہے، کہ آخر ہو، نہ ہو
بے نہایت کو نہایت کیسے "یا ربّاہ!" ہو

دوسرا پھر ہو سبق، علم الفنا کا انقطاع
یعنی اس اپنی فنا سے کچھ نہ وہ آگاہ ہو

دوڑ آگے تب چلے، جب جوڑ پیچھے ہو مدد
اس دقیقے کو وہی پہنچے، جو حق آگاہ ہو

تیسرا اُس کا سبق ہے پھر کے آنا اس طرف
اَب بقا باللہ، حاصل اس کو خاطر خواہ ہو

وہ بھی عاجز ہو گئے مشکل ہے جن کا ربط و ضبط
حافظ و مُلّا یہاں پر کب دلیلِ راہ ہو

حضرتِ عشق آپ ہو ویں گر مُدرّس چند روز
پھر تو علمِ فقر کی تحصیل خاطر خواہ ہو

اک توجّہ آپ کی وافی و کافی ہے یہیں
کیسا ہی قصّہ ہو طولانی تو وہ کوتاہ ہو

اے نیاز اپنے تو جو کچھ ہو تمھیں ہو بس فقط
حضرتِ عشق آپ ہو اور آپ ادام اللہ ہو

---

(۴۰)

وہ یار ہے میرا، ارے او دیکھنے ہارو[1]!
دیکھا نہ ہو گر تم نے خدا، دیکھ لو یارو!

اس نقشے کی تصویر بنی ہے نہ بنے گی
کس ہاتھ کے ہو تم بنے، اے نقش و نگارو!

ہے شاہدِ گُل جلوہ نما تختِ چمن پر
اے بلبلو! سب مل کے چلو، جی کو نثارو[2]

در ملکِ دِلم شاہِ جنوں لائے ہیں تشریف
اے عقل و خرد! اب چلو، باہر کو سدھارو

ٹھانی ہے یہاں مُغبچوں نے آج یہ دل میں
واعظ جو ملے، اُس کے عمامے کو اُتارو

ہم آگ میں جلنے سے بہت راضی ہیں ناصح!
لو، اپنی بہشتوں کو تمھیں سر سے تیارو!

اے چشم و جگر! مِل کے سینہ و دل ساتھ
دھرنا دیو اُس یار کے دروازے پہ جا رو

کس دل کی عمارت ہوئی ہے آج یہ مسمار
آتے ہو کہاں سے اُٹھے، اے گرد و غبارو

کہتا ہے نیازؔ اور غزل ایسی سنو، ایک
کانوں کو اِدھر رکھ کے ذرا حُسن شعارو!

(۴۱)

ہم جُرمِ محبّت کے گنہ گار ہیں یارو!
پکڑے ہیں کیے اپنے کو، لو، گردنیں مارو

مشکل ہیں جو چُپ رہتے ہیں، جی ہووے ہے بیکل
وہ یار بُرا ماننے ہے، گر رو، رو، پکارو

گر راحت و آرام گیا، جانے دو اے دل!
ثابت رہو ٹک عشق میں، ہمّت کو نہ ہارو

جُز رنج بھلائی کے، فلک سے نہیں بہتر
دُوں ہمتو! آگے نہ یہاں ہاتھ پسارو

نظروں میں تو ہے ساقیِ سرمست، قدح نوش
کیوں آتے ہو جھک جھک مری آنکھوں میں خمارو!

سیرِ چمنِ حُسن میں کیا حُسن و مزہ تھا؟
کِدھر[3] سے نکل آئے تم اے ہجر کے خارو!؟

---

[1] یعنی دیکھنے والو (مرتب)

[2] شاعر نے نثار کرنا سے "نثارو" نیا فعل بنایا ہے۔ انگریزی زبان میں اسم و صفت سے فعل بنانے کی بہ کثرت مثالیں ملتی ہیں لیکن اُردو زبان میں ایسے تجربات شاذ و نادر نظر آتے ہیں۔ (مرتب)

[3] یعنی کدھر؟ (مرتب)

جبتک نہیں وہ شوخ، تمھیں دیکھے ہے تب تک
خورشید کے نکلے پہ کہاں ہوگے ستارو!؟

پھولے نہ سماتے تھے، کہیں انگ میں اپنے
آتی ہے خزاں، رہیو خبردار، بہارو!

اے شاہِ نجف! ہوں میں نیاز آپکے گھر کا
بگڑے مرے سب کام، تمھیں آن سنوارو

(۴۲)

عشق[۵۱] میں تیرے کوہ غم سر پہ لیا، جو ہو سو ہو
عیش و نشاطِ زندگی، چھوڑ دیا، جو ہو، سو ہو

پوچھو نہ مجھ خراب سے یارو، صلاحِ کارِ غم
اپنے تو اب نہیں رہے ہوش بجا، جو ہو، سو ہو

مجھ سے مریض کو طبیب ہاتھ تو اپنا مت لگا
اسکو خدا پہ چھوڑ دو بہر خدا، جو ہو، سو ہو

عقل کے مدرسے سے اُٹھ عشق کے میکدے میں آ[۵۲]
جامِ شراب بیخودی، اب تو پیا، جو ہو سو ہو

لاگ[۵۳] کی لگتے ہی پنبہ نمط وہ جل گیا
رختِ وجودِ جان و تن، کچھ نہ بچا، جو ہو، سو ہو

دیدہ و دل بہم ملیں، ایک ہی سوجھ بوجھ میں
آنکھوں کے سامنے عیاں، دل میں بسا، جو ہو سو ہو

ہجر کی جب[۵۴] مصیبتیں عرض کیں اُسکے رُوبرُو
ناز و ادا سے مسکرا، کہنے لگا جو ہو سو ہو

ہستی کی اس سرائے میں، رات کی رات جو بسے
صبحِ عدم ہوئی نمود، پاؤں اُٹھا جو ہو، سو ہو

---

۵۱۔ چمن بے نظیر جلد دوم صفحہ ۲۳۸ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۹۲۷ء (دسواں ایڈیشن) و مجمع الاشعار مطبوعہ نولکشور ۱۸۹۰ء (چھٹا ایڈیشن) صفحہ ۸۵

۵۲۔ چمن بے نظیر جلد دوم صفحہ ۲۳۸ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ (جام فناؤ بیخودی اب تو پیا جو ہو سو ہو) و مجمع الاشعار مطبوعہ نولکشور (جام شراب بیخودی اب تو پیا جو ہو سو ہو) و سخن شعرا صفحہ ۵۳۶ (جام فناؤ بیخودی اب تو پیا جو ہو سو ہو)۔

۵۳۔ لاگ کی آگ لگ اٹھی پنبہ نمط یہ جل اُٹھا ٭ رختِ وجودِ جان و تن کچھ نہ بچا، جو ہو سو ہو
چمن بے نظیر جلد دوم صفحہ ۲۳۸ - راگ کی آگ لگ گئی پنبہ طرح سا جل گیا۔ مجمع الاشعار صفحہ ۸۵

۵۴۔ جب — مجمع الاشعار صفحہ ۸۵ - سب — چمن بے نظیر دوم صفحہ ۲۳۸ - جو —
دیوانِ نیاز مطبوعہ کستوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۵۳

دنیاؔ کے نیک و بد سے کام، ہم کو نیاز کچھ نہیں
آپ سے جو گذر گیا، پھر اُسے کیا، جو ہو سو ہو

(۴۳)

عشق ستاتا ہے کیوں آ مجھے ہر آن تو؟ — میرے تو آرام کا، لے گیا سامان تو
صبر و قرار و شکیب تاب و تواں عقل و دیں[۲] — سب نے تو لی اپنی راہ، رہ گئی کیوں جان تو؟
دیکھا نہیں ہے ہنوز چہرۂ رخسار کو — کس کو تکے ہے بھلا، دیدۂ حیران تو؟
جلوہ فروشی نہ کر، گُل سے پوچھ اے نسیم — درد میں کس کے ہوئی، چاک گریبان تو؟
غم نے تو ہمدم بگاڑ دی مری سب حیثیت — مانوں مجھے ہیں اگر، لے مجھے پہچان تو
تُو تو کہیں سینہ صاف اُس دُرِ دنداں سے ہے — شرم سے کیوں غرق ہے اب دُرِ غلطان تو

پوچھے[۳] ہے ہر ایک سے کس کا ہے عاشق نیازؔ
تجھ کو نہیں ہے خبر، ایسا ہے انجان تو؟

(۴۴)

افسانہ مرے درد کا اُس یار سے کہہ دو — فرقت کی مصیبت کو دلِ زار سے کہہ دو
جُھکتا نہیں یہ دل طرفِ قبلۂ عالم — محرابِ خمِ ابروئے دلدار سے کہہ دو

---

۱ مجمع الاشعار صفحہ ۸۵ و چمن بے نظیر دوم صفحہ ۲۳۸

۲ مجموعۂ نغز جلد دوم صفحہ ۲۸۹ و سخن شعرا صفحہ ۵۳۶ صبر و قرار شکیب، طاقت و تاب و تواں۔ اور تو سب مجھے رہ گئی اک جان تو ـــ گلشنِ بیخار مطبوعۂ نولکشور ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۳۳ صبر و قرار اور شکیب تاب و تواں عقل و ہوش ؎ سب نے تو لی اپنی راہ رہ گئی ایک جان تو دیوان نیاز مطبوعہ ۱۹۳۷ء صفحہ ۵۳۔

۳ مجموعۂ نغز جلد دوم صفحہ ۲۸۹۔ دیوان نیاز کے دسویں ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۳۷ء میں صفحہ ۵۳ کے حاشیہ پر یہ شعر اس طرح درج ہے ؎

پوچھے ہر ایک سے کس کا ہے عاشق نیاز — تجھ کو نہیں کچھ خبر ایسا ہے انجان تو

اک تو ہی نہیں، میں بھی ہوں ان آنکھوں کا مارا — اے اہلِ نظر نرگسِ بیمار سے کہہ دو

رِستے ہے پڑا جی تری مژگاں کا یہ گھائل — تیرِ نگہِ دیدۂ خونخوار سے کہہ دو

میں عشق کے ملّت میں ہوں اے شیخ و برہمن — جا، عشق مرا سبحۂ و زنّار سے کہہ دو

کیا جوش میں ہے اب مئے وحدت خُمِ دل میں — اُبلے ہے پڑی، رومیؒ و عطارؒ سے کہہ دو

جیوں مرتکی سنمکھ کہے آئینہ، انا الشمس — بولوں ہوں، انا اللہ، منصورؒ سے کہہ دو

مشکل جو نیازؔ آئے تمھیں فقر میں در پیش
جا، شاہِ نجفؑ، حیدرِ کرّارؓ سے کہہ دو

# ردیف ی

(۴۵)

دکھلائے[1] داغِ دل نے گلستاں نئے نئے — وحشت دکھا رہی ہے بیاباں نئے نئے

جورِ بتاں[2] سے مجھ کو الٰہی بچائیو — پیدا ہوئے ہیں جان کے خواہاں نئے نئے

میں اس[3] طرح جنوں ترے ہاتھوں سے تنگ ہوں — لاؤں کہاں سے روز گریباں نئے نئے

دیر[4] و حرم میں کوئی نہیں تیری راہ پر — کافر نئے نئے ہیں، مسلماں نئے نئے

کس[5] طرح ہو گذر، درِ جاناں پہ اے نیازؔ؟
درباں نئے نئے ہیں، نگہباں نئے نئے

---

[1] و [2] یہ غزل چمن بے نظیر جلد دوم صفحہ ۲۵۸ نیز مجمع الاشعار صفحہ ۹۲-۹۳ سے نقل کی گئی ہے لیکن دیوانِ نیاز مطبوعہ نولکشور ۱۹۳۶ء میں نہیں ہے۔

[3] اُس طرح "بجائے" "ان دنوں" چمن بے نظیر دوم صفحہ ۲۵۸

[4] یہ شعر چمن بے نظیر دوم صفحہ ۲۵۸ پر ہے لیکن مجمع الاشعار میں موجود نہیں ہے۔

[5] چمن بے نظیر دوم صفحہ ۲۵۸ و مجمع الاشعار صفحہ ۹۳

(مرتب)

(۴۶)

چھوڑو مجھے بے خود مرا آرام یہی ہے
بے نام و نشاں رہنے دو، بس نام یہی ہے

بیکار و معطّل ہی رہوں کارِ جہاں سے
فہمید میں اپنی تو بڑا کام یہی ہے

لے سر سے قدم تک ہوں جلا شمع کے مانند
شاید کہ میاں عشق کا انجام یہی ہے

کافر ہوں جو میں اپنے تئیں جانوں کہیں ہوں
جو کچھ ہے، سو تو ہے، مرا اسلام یہی ہے

سوجھے نہیں دن رات ترے دھیان میں پیارے
اپنی تو سحر ہے یہی، اور شام یہی ہے

کہتے ہیں نیاز آپ کو اس شکل مری میں
یہ سچ ہے کہ تو پاک بیاں نام یہی ہے

(۴۷)

صنم ہے، گل بدن ہے، مہ جبیں ہے
بھلا کہئے وہ کیا کیا کچھ نہیں ہے

وہ سب جا ہے، وہ کس جا گہ نہیں ہے
غرض اس کو جہاں دیکھو، وہیں ہے

گیا اُودھر کو پھر ایدھر نہ آیا
عجب کوچے کی تیرے سرزمیں ہے

مرے اشکوں کا اور نالوں کا شاید
زمین و آسماں عرشِ بریں ہے

نہ ہو جس کے مقابل حُور و غلماں
صنم نامِ خدا، وہ نازنیں ہے

(۴۸)

غمِ خدائی کو ہم جانیں، یا خدا جانے
بلا کشوں پہ جو گزرے، تری بَلا جانے

مریضِ عشق کا درماں عبث کرے ہے تو
دوا ہماری ارسطو! بھلا تو کیا جانے؟

صبا اگرچہ شگفتہ کرے ہزاروں گُل
اِس ایک غنچۂ دل کو وہ کب کھِلا جانے؟

---

لے اس غزل کے پانچوں اشعار چمن بے نظیر دوم صفحہ ۲۸۲ نیز مجمع الاشعار صفحہ ۹۹ سے نقل کئے گئے ہیں
دیوانِ نیاز مطبوعہ نولکشور (۱۹۳۷ء) میں یہ غزل نہیں ہے۔ (مرتّب)

اُٹھاری ہے جفا تیری اپنے در سے مجھے
میں اُٹھ تو جاؤں، اگر وہ مری وفا جانے
پڑا ہو جس کو سروکار عشق سے آکر
وہ جیتے جی یہاں اپنے تئیں مُوا جانے
کسی نے آنکھوں سے دیکھا ہے بن حباب کوئی
کہ آپ آپ پلک مارتے مٹا جانے
نیازؔ منزلِ مقصود کو وہی پہونچے
جو کوئی شاہِ نجفؑ اپنا رہنما جانے

(۴۹)

جب بردرِ دل حضرتِ عشق آن پکارے
گوشہ ہوئی عقل اور ہوئے اوسان کنارے
بازی وہی لے جائیگا اس کھیل میں اے دل!
جو پہلے کٹا مہرہ جان اپنی کو ہارے
گر حسن میں ہم سر ہیں تمھارے مہ و خورشید
دن رات یہ کیوں ہوتے ہیں قربان تمھارے
جو سلسلۂ زلف کے ہیں دست گرفتہ
پھرتے ہیں سراسیمہ پریشان بیچارے
پل مارتے ڈوبے ہے ابھی زورق گردوں
طوفاں پہ ہیں یہ دیدۂ گریان ہمارے
گر رستم و سہراب ہیں ایسے ہی دلاور
ہو دیں تو بھلا عشق کے میداں میں اُتارے
کل ذورۂ مجنوں تھا نیازؔ آج ہے اپنا
نوبت کے بجے بر سرِ دوران نقارے

(۵۰)

مری آنکھوں میں اگر ایسی ہی تری نت کو جلوہ گری رہی
تو ہمیشہ کو ہمیں آپ سے یوں ہی یار! بے خبری رہی
ارے آہ! تیرے نہال سے کبھی کچھ نہ برگ و ثمر ملا
نہ پھلے، نہ پھولے یونہی تو ہمیشہ بے ثمری رہی
جو یہ جوشِ سیلِ سرشک کا کوئی روز ایسا بنا رہا
نہ بدن میں نام کو نم ملی، نہ دکھائی دیگی تری رہی

ابھی ڈس کے گئی ناگنی زُلف کی، مجھی سے یہ ہائے ٹھکر گئی
مری مرگ آنکھوں میں سر لگا دیکھو آپ کیسی بری رہی؟

چلی بادِ گرم فراق کی، جلا سب وجودِ نیاز کا
مگر ایک عشق کی کشتِ غم، جسے کہتے ہیں، سو ہری رہی

(۵۱)

آتے ہی اُسکے سامنے یوں آپ سے ہم چل بسے
سورج کا چہرہ دیکھتے جیسے کہ شبنم چل بسے

عہدِ رفاقت بس گیا تھا، لیک اب بنتا نہیں
پیچھے رہا جاتا ہے غم اور ہم تو اُس دم چل بسے

عقل و خرد، ایمان و دیں، صبر و شکیب آرامِ دل
جو کچھ کہ تھے گو وہ زندگی کے رُکنِ اعظم چل بسے

اے ہم نشینو! تم کہو، کیا لطف ہے اس زیست کا؟
جب ہم اکیلے رہ گئے، وہ اپنے محرم چل بسے

چلیئے نیاز اب اُس جگہ اُس کا تماشا کیجئے
اپنے ہزاروں ہیں جہاں پر یار و ہمدم چل بسے

(۵۲)

جب چھوڑ کر تنہا مجھے وہ یار، ہمدم چل بسے
عقل و قرار و ہوش و دل سب مل کے باہم چل بسے

اپنا مدارِ زندگی اب رہ گیا ہے غم ترا
پھر تو وہ پوری موت ہے، بارے اگر غم چل بسے

ٹک مخلصی بلبل کو دے، صیاد جاتی ہے بہار
پھر چھوڑنا کیا لطف ہے جب گُل کا موسم چل بسے

دنیا سرا ایسی نہیں، آ کر جہاں رہ جایئے
بس شب کی شب آئے رہے اور پھر سحر دم چل بسے

اب تو چلو ملکِ بقا کی سیر دیکھو اے نیاز
دیکھو تو کیا کیا ہے وہاں، عالم کے عالم چل بسے

(۵۳)

دھیان اپنے کو نہ خاک کے افلاک سے باندھے
عرفان اگر چاہے دل پاک سے باندھے

گر جلوہ گہِ یار نہ ہو، آئینۂ دل
پھر اُس کا تصور کوئی، کس تاک سے باندھے

ہے کاسۂ سر اپنا مُلبّب تری بُو سے — اب دستۂ گل لیکے کوئی ناک سے باندھے

فخر اپنے مشبّک کا فلک چاہے، سو کر لے — پر شرط نہ غربالِ دلِ چاک سے باندھے

ہر چند نظر باز ہے یہ نرگسِ شہلا — پر تاک نہ اُس دیدۂ بیباک سے باندھے

صحرائے شکار اُس کے میں، بیٹھا ہوں بہ اُمید — شاید مجھے گر صید وہ فتراک سے باندھے

لختِ جگر و دل سے جو بندھا نہیں بندھتا — پھر آنسوؤں کی ندی کوئی خاک سے باندھے

تکنے کی فقط تاک کا ہوں یارو گنہ گار — باندھے مجھے کوئی، شجرِ تاک سے باندھے

جوڑے کو جو وہ نازنیں باندھے، تو ہے لازم — تارِ نگہِ چشمِ ہوس ناک سے باندھے

ماٹی سے ہماری وہ بنا کر کے بگولے — چکر ہی میں رہتا ہے سرا چاک سے باندھے

اس چرخ سے کیا رکھئے بھلا چشمِ نکوئی — جو بیر پس از مرگ بھی ہے خاک سے باندھے

بہتر ہے نیاز آپ کو تو رشتۂ اخلاص
ہر ایک سے توڑے، شہِ لولاک سے باندھے

(۵۴)

مجھے بیخودی یہ تو نے بھلی چاشنی چکھائی — کسی آرزو کی دل میں نہیں اب رہی سمائی

نہ حذر ہے، نے خطر ہے، نہ رجا ہے، نے دعا ہے — نہ خیالِ بندگی ہے کہو جی میں کیا سمائی

نہ مقام گفتگو ہے، نہ محلِ جستجو ہے — نہ وہاں حواس پہونچیں، نہ خرد کو ہے رسائی

نہ مکین، نے مکاں ہے، نہ زمیں، نے زماں ہے — دلِ بینوا نے میرے، وہاں چھاؤنی ہے چھائی

نہ وصال ہے، نہ ہجراں، نہ سرور ہے، نہ غم ہے — جسے کہیے خوابِ غفلت، سو وہ نیند مجھکو آئی

من و تو اٹھے جہاں ہوں، سو میں بھی وہاں کہاں ہوں — جو دوئی کے تھے لوازم، سو رہائی اُن سے پائی

یہاں میں رہا ہوں جب تو سخنِ نیاز بولوں
سنو گے زبانِ نَے سے وہی جو کہے گا نائی

(۵۵)

ستارے نہیں یہ شبِ تار کے
شرارے ہیں آہِ شرر بار کے

مبارک رہے تجھ کو واعظ بہشت
میاں ہم تو طالب ہیں دیدار کے

جو دیکھے تجھے اے مرے رشکِ گلُ
نہ بھٹکے کبھی گردِ گلزار کے

صفائی ترے سلکِ دنداں کی دیکھ
ہوئے غرقِ دریا گہر بار کے

عجب کیا جو تشریف لاؤ اِدھر
عیادت کو آتے ہیں بیمار کے

کہاں فصلِ گل ہے، کہاں وہ بہار
چلو، مل کے رو دیں گلے خار کے

غزل اور ایسی ہی کہیو نیاز
کہ مشتاق ہیں تیرے اشعار کے

(۵۶)

چُھٹا ہاتھ سے چشمِ خونخوار کے
لیا زلف نے دام میں مار کے

یہ جنبش جو ابروؑ میں ہے یار کے
سو جھڑتے ہیں وہ ہاتھ تلوار کے

یہ دن رات ہیں یا کہ ہندو و ترک؟
کہ ہمدوش ہیں زلف و رخسار کے

کھُلی آنکھ، پیتے ہی وحدت کا جام
ہوُئے مست سرشارِ دیدار کے

خموشی کا عالم ہے، اپنا مقام
نہیں آشنا بحث و تکرار کے

جو آزاد ہیں، کفر و اسلام کے
وہ قیدی نہیں سبحہ[۱] و زنّار کے

یہ دل بے بہا جنس ہے، اے نیاز
بہا، مت اُسے بن خریدار کے

---

[۱] "سبحہ"، پر سکتہ ہے۔ شاعر نے اُسے "سبح و زنار" کہہ کر موزوں کیا ہے۔ فنی نقطۂ نظر سے یہ "عیوبِ لفظ" میں داخل ہے۔ (مرتب)

(۵۷)

جو ہیں آشنا سِرِّ اسرار کے — احبّا وہ ہیں یار و اغیار کے

اندھیرا، اُجالا، نہاں اور عیاں — یہ جلوے ہیں سب، جلوۂ یار کے

بہار و خزاں، ہم پہ ہے ایک ساں — کبھی یارِ گل ہیں، کبھی خار کے

اِدھر کی نہیں جانتے رسم و راہ — میاں! ہم تو باشندے ہیں پار کے

بنا نورِ ہستی کی ہے، گنجِ وصل — بڑا گنج ہے زیرِ دیوار کے

کہاں سے کہاں لے کے پہنچا یہ دل — ملائک جہاں سے رہے ہار کے

نہیں قیس و فرہاد سا، میں نیاز
کہ ہوں گردِ صحرا و کہسار کے

(۵۸)

منھ اپنا جو تُو نے دکھایا مجھے — وہیں پھر جو دیکھا، نہ پایا مجھے

تبا میری آنکھوں میں تو اس قدر — کہ تجھ بن نظر کچھ نہ آیا مجھے

کہاں تک کہوں لطف و احسانِ عشق؟ — کہ جُوں جُوں گھٹایا، بڑھایا مجھے

یہاں تک دیا مجھ کو حسنِ عروج — کہ بندے سے مولا بنایا مجھے

میں قربان ہوں تیری نظروں کے یار! — ملاتے ہی آنکھیں، گمایا[1] مجھے

کہاں میں، کدھر بیخودی کا مقام؟ — وہاں سے یہاں، تو ہی لایا مجھے

نیاز اب یہی ہے دُعائے طلب
رکھ اپنا ہی بندہ خدایا مجھے

(۵۹)

یہ جو ہے کون و مکاں، یار و یہ ہے سب لاشئے — جس کو کہتے ہو جہاں، یار و یہ ہے سب لاشئے

---

[1] شاعر نے "گمایا" بجائے "گم کیا" استعمال کیا ہے۔ یہ ایک نیا تجربہ ہے۔ (مرتب)

گرچہ بے نام ونشاں کا ہے یہ سب نام ونشاں
پر یہ نام اور نشاں، یار رویہ ہے سب لاشیۓ

نہ تصور میں حق آوے، نہ بیاں کرسکے عقل
چہ تصور، چہ بیاں، یار رویہ ہے سب لاشیۓ

سوجھتا ہے وہی، جو کچھ کہ تصور بندھ جائے
حق جسے کہتے، وہاں، یار رویہ ہے سب لاشیۓ

"ماعرفناک"[1] کہیں صاحبِ لولاک[2] جہاں
بس وہاں وہم وگماں، یار رویہ ہے سب لاشیۓ

نہ تو کچھ بولو، نہ دیکھو، نہ سنو، مثلِ نیاز
دیدہ و گوش و زباں، یار رویہ ہے سب لاشیۓ[3]

(٦٠)

روٹھا ہوا وہ پیارا اگر اپنے سے من جاوے
بگڑا ہوا کھیل اپنا، اک آن میں بن جاوے

یہ سوزِ دروں مجھکو، کچھ پھونکے ہی ڈالے ہے
آ، جانی! گلے لگ جا، تو جی کی جلن جاوے

رونا مجھے آتا ہے، اِس طفلِ سرشک اوپر
یوں آنکھوں میں پل پل کے، جا خاک میں رُس جاوے

میں جاں بہ لب آیا ہوں، اِس ہجر کے ہاتھوں سے
یا آملے وہ دلبر، یا جی کی جلن جاوے

عاشق ہو نیاز اس پر، گُل پھاڑے گریباں کو
گر سیر کو گلشن کی، وہ غنچہ دہن جاوے

(٦١)

کہتے ہیں جس کو عشق ہمارا ہی نام ہے
شور و فغاں کی اپنی مچی، دھوم دھام ہے

گر پھونک دوں جہاں کو تو کچھ عجب نہیں
میں آگ کا بھبھوکا ہوں، میرا یہ کام ہے

ہوش و خرد سے ہم کو سروکار کچھ نہیں
ان دونوں صاحبوں کو ہمارا اسلام ہے

منزل ہمارے پاتے ہیں کب شیخ و برہمن
اسلام و کفر سے پرے اپنا مقام ہے

---

[1] حدیث نبوی: مَا عَرَفْنَاكَ حق معرفتك

[2] لولاك لما خلقت الافلاك آیۃ کریمہ

[3] یعنی کچھ نہیں۔ ہر شئے کی نفی سے ذات حق کا اثبات ہوتا ہے۔ (مرتب)

دیر و حرم میں اور کلیسا کنشت میں
پھرتا ہمارے یار کا دَم، ہر کدام ہے
پر اک نیاز اپنے سے ہم راز ہے، کہ وہ
شاہِ نجفؑ، امیر عربؐ کا غلام ہے

(۶۲)

میں وہ کوئی ہوں، جس کا خدائی میں نام ہے
کہتے ہیں جس کو حسنؔ سو مجھ پر تمام ہے
عالم میں میری جلوہ نمائی کا ہر طرف
غوغا ہے، غلُ، شور ہے اور دھوم دھام ہے
خلقت کے کان پُر ہیں کسی ذکر سے ہوئے
ہر ہر زبان پر یہی بات اور کلام ہے
جس دل میں دیکھئے تو ہماری ہی چاہ ہے
جو آنکھ ہے، سو تک رہی ہم کو مدام ہے
ہر سر کے بیچ اپنا ہی سودا ہے بھر رہا
اپنی تڑپ میں نشتر و رگ ہر کدام ہے
دیکھا ہے جس نے حسنؔ ہمارا بہ چشمِ دل
خوباں سے اس جہان کے کب اسکو کام ہے
حاضر ہے بندگی میں ہماری تمام خلق
از عرش تا بہ فرش سب اپنا غلام ہے
رکھتا ہے ہم سے ہر کوئی راز و نیاز شیخ
پر کچھ نیاز اپنا، مدار المہام ہے

(۶۳)

سرزمینِ چشت کی آب و ہوا کچھ اور ہے
دین و دنیا سے نرالا، اور ہی کچھ طور ہے
پھر رہے ہیں ہر گلی کوچے میں از خود رفتگاں
عشق کی واں سلطنت ہے، بیخودی کا دَور ہے
کوئی "سبحانی" کہے کوئی "انا الحق" بلبلائے
بل بے، تیرا بلبلانا، یہ مقامِ غور ہے

کوئی شغلِ نیستی میں نیست اور نابود ہے
کوئی نظارہ میں حق کے، اک تماشا طور ہے
ہے حضورِ حق تعالےٰ، اُن کی گاہے بُود و باش
دیکھنے میں خلق کے گو دہلی و لاہور ہے

خندہ و گریہ بہم ہمدم ہیں ان یاروں کے بیچ
جو کوئی روتا ہے، پھر ہنستا وہیں فی الفور ہے
جب کہ دُکھ سکھ ہو نہیں اور بیقراری ہو قرار
پھر تو مہر و لُطف سے خوش تر جفا و جور ہے

کیا ہی تیزی اور تندی رکھتی ہے، اُن کی نگاہ
جا پڑے جس پر نظر، رہتا وہیں وہ کھور ہے
وہ جو اک عرصہ میں ہوتا ہے میسّر اور جا
یاوری سے عشق کی، حاصل یہاں فی الفور ہے

وہ تو الماس و نگیں ہیں، یا کہ ہیں دُرِ ثمیں
کانچ کی توپوت ہے، یا ریزہ بلّور ہے
یہ تو سب سچ ہے مگر اُن میں سے گننا آپ کو
ہرزہ گوئی نیاز، اور لافِ ناخوش طور ہے

(۹۴)

بہارِ چندروزہ پر دل اپنا شاد کیوں کیجیے؟
ہوائے حسنِ بے بنیاد اعبث برباد کیوں کیجیے؟
لبِ شیریں کی باتوں پر جو کیجیے تلخ کام اپنا
کٹے اوقات راحت کے تئیں بھر یاد کیوں کیجیے
نگا کردیدہ و دانستہ اپنے پاؤں پہ تیشہ
بہ کوہِ عشق اپنا قتل جوں فرہاد کیوں کیجیے؟
نہ دیکھیے خال و خط کے دام و دانہ پہ میاں دل کو
اگر دیکھیے تو پیچھے نالہ و فریاد کیوں کیجیے؟

نہ ہو گر مرغِ دل کے آب و دانہ کی خبر لینی
تو اپنے دام میں اُسکے تئیں صیاد کیوں کیجیے؟

جو مانگوں ہوں میں آزادی، کہے ہے ہنس کے وہ ظالم
جسے لیجیے غلامی میں، اُسے آزاد کیوں کیجیے؟

نیاز اب چپ رہو، کوتہ کرو، افسانۂ غم کو
جہاں سے اُٹھ گئی ہے داد، اب فریاد کیوں کیجیے؟



# متفرقات

## ہندوستانی و ہندی

(۱)

# بسنت

خواجہ معین الدینؒ کے گھر آج ڈھاتی ہے بسنت ۔۔۔ کیا بن بنا اور سج سجا، مجرے کو آتی ہے بسنت

پھولوں کے گڑوے ہاتھ لے، گاتا بجاتا ساتھ نے ۔۔۔ جوبن کی مد میں مست ہو، ہو راگ گاتی ہے بسنت

چلتیاں اُمنگ سے بھر رہیں، نیناں سے نیناں لڑ رہیں ۔۔۔ کس طرزِ معشوقانہ سے جلوے دکھاتی ہے بسنت

لے سنگ سکھیاں گلبدن، رنگِ بسنتی کا برن ۔۔۔ کیا ہی خوشی اور عیش کا سامان لاتی ہے بسنت

ناز و ادا سے جھومنا، خواجہ کی چوکھٹ چومنا
دیکھو نیازؔ اس رنگ میں کیسی سہاتی ہے بسنت

(۲)

# یا پیر الغیاث

لایا تمھارے پاس ہوں یا پیر! الغیاث ۔۔۔ کر آہ کے قلم سے میں تحریر الغیاث

لاہوت سے اُتر کے ہوں ناسوت میں پڑا ۔۔۔ کیا کچھ ہوئی مقام کی تعبیر الغیاث

حرص و ہوائے نفس ہے زنجیر پائے دل ۔۔۔ پاتا نہیں نجات کی تدبیر الغیاث

عاجز ہوں اور بیکس و ناچار و ناتواں ۔۔۔ مضمونِ آہِ دل کی ہے تفسیر الغیاث

ہم آپ کے کہلاتے[1] ہیں یا پیرِ دستگیرؒ ۔۔۔ سُن لو مُرید اپنے کی یا پیر! الغیاث

مشکل کشائے خلق ہو، تم شاہِ اولیاء ۔۔۔ ہے اس لئے تمھاری قضا گیر الغیاث

کرتے ہو مشکلات جہاں ایک پل میں حل ۔۔۔ کیوں حق میں میرے اتنی ہے تاخیر الغیاث

سوز و گداز و آہ و تپش نالہ و فغاں ۔۔۔ سب کچھ ہوا، و لے نہیں تاثیر الغیاث

---

[1] یعنی کہلاتے ہیں۔

گر شہ کے الغیاث نیاز آپ داد دیں
دنیا و دیں میں باقی ہے توقیر الغیاث
یا غوث الاعظم! آپ سوا کون ہے مرا؟
کس کے کنے میں جا کروں تقریر الغیاث
دیکھو تو میں نیاز ہوں نئے سر سے پاؤں تک
یا ہوں میں الغیاث کی تصویر الغیاث

(۳)

# سرسوں پھولی آنکھوں میں

شیام سندر کی جب سدھ آئی، سرسوں پھولی آنکھوں میں
کچھ کا کچھ ہے دیت دکھائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں
ہر ہر بند سمند، پہچانوں ہر ذرۂ خورشید
واہ گرو جی! خوب سمجھائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں
بندے کو اللہ بکھانوں، قیدی کو بے قید
ان کہنی منہ سے کہلائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں
بیچ بیچ میں فرق نہ جانوں، دوئی ہوئی پابند
وحدت من پر ایسی چھائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں
میں تو نیاز آپے کو نہ جانوں، کجا عمر کت آید
نگل گئی پربت کو رائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں

(۴)

# خودی گئی، جب ملی خدائی

من موہن چھب دکھلائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں

پریم کی زردی مُکھ پر چھائی، سرسوں پھُولی آنکھوں میں
نیازؔ کہانی موری بھائی، ہوش گیا، بے ہوشی آئی
خودی گئی جب ملی خدائی، سرسوں پھُولی آنکھوں میں

(۵)

# نِگل گئی پربت کورائی

مدھ میں سمائی، جوش میں آئی، دیکھو جی اَب اُبلے ہے
سمند بند میں ڈُبکی کھائی، دیکھو جی اَب اُچھلے ہے
نگل گئی پربت کورائی، دیکھو جی اَب اُگلے ہے
نیازؔ کے پردے میں ہے خدائی، دیکھو جی اَب نکلے ہے

(۶)

# حق سے دھیان لگاؤ جی

"صُمٌّ" "بُکمٌ" "عُمیٌ"، ہو کے، حق سے دھیان لگاؤ جی
بے رنگی کی سرت جما کے اپنے آپ گماؤ جی
پاک منزہ پورے، ہو سبحانی گُن گاؤ جی
نیازؔ گیا جب اللہ کو، کون رہا، فرماؤ جی

(۷)

# پیت کی ریت کیا یہی ہوت ہے؟

من دھن مُرلی موہن کی سب سُدھ بُدھ بسرائی
سکھی سہیلی، سنگ کی کھیلی، ہمیں پریت پہچانی
ہر مُورت میں نیازؔ کو جانو ایسی مت بورائی
پیت کی ریت کیا یہی ہوت ہے، سانچ کہو گر گیانی

---

(۸)

## پی کو ڈھونڈھن جاؤں

جوگنیا کا بھیس بنا کے، پی کو ڈھونڈھن جاؤں
نگری نگری، دوارے دوارے، 'پی پی' بند سناؤں
درس سُبھ کاری جگ میں ہوگے، درشن بھِجا پاؤں
تن من جوبن، اُن پر واروں، تب میں نیاز کہاؤں

(۹)

## ہوری

ہوری ہوئے رہی احمدؐ جیو کے دوار
نبیؐ علیؑ کو رنگ بنو ہے، حسنؑ حسینؑ کھلار
ایسو انوکھو، چتر کھلاری، رنگ دیو سنسار
نیاز پیارا بھر بھر چھڑکے، ایک ہی رنگت ہیکار

(۱۰)

## ہوری کھیلے دھوم مچاوے

سُن موری سجنی، رُت پھاگن کی ہے بہار
ہوری کھیلے، دھوم مچاوے، ناچے دیدے تار
نیاز پیارا، چتر کھلاری، اچپل کھیل کھلار
مُکھ مُوندیں اور بھکوا مانگیں بت چتر انار

(۱۱)

## من ہر و ہر لیو رے

من موہن پیارو، موہ برہن تج دیو رے

پہلے تو بانکی ادا دکھاکے، من ہر دہر لیو رے
اب میں کو پیار اگ دواری، آپ ہی بانگ لورے
نیاز پیارے کو میری سنگت ہے، سوتن برن چھورے

(۱۲)

## نیاز پیا بن کیسے گجرے

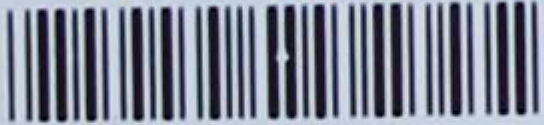
سکھی جرڈاری برہا اگن سب گات
بند جو ناری دیکھیں لاگو پھالگ پر گیو بات
مون برہن کو پیا تج دینو، سوت کا پکڑو ہات
نیاز پیا بن کیسے گجرے، کیونکر کٹے دن رات

(۱۳)

## آیا پھاگن ہوری کھیلن

اُمنگو جوبن والے سے، کرا کھوں سنبھار
انبوا بورے، ٹیسو پھولے، برن برن کی بہار
آیا پھاگن، ہوری کھیلن ترنی باری بار
ہمرے میت کو تو اک تو دیہو منھ پسار

(۱۴)





## پھاگ

من لاگوات کیسے چھوائے، لگ کسے ہیم کی ڈوری
برہا اگن سلگت ہے، تن من، جل بھن بھسم بھوری
مدن ہرا پھاگ کھیلت وہاں، ہم سلگت جیسے ہوری
نیاز تمہاری لین ہیں بلیاں، کسر کیو موری ؟

ختم شد